

ضمیمہ

امام محمد شاگرد رشید

تقاضی اسد بن مزنا فتح صقلیہ

حالات و سوانح

—•—

مجادلات و محاورات

قاضی اسد بن فراتؒ

فاتحِ صقلہ

امام محمدؒ کے شاگردِ رشید

تالیف: رئیس احمد جعفری ندوی

بتعاون و شکریہ: عقیل قریشی (مدیر: کنوزِ بلاگ)

پیشکش: طوطی ریسرچ لائبریری

بسم اللہ الرحمن الرحیم
 کتاب الفرائض
 جلد اول
 باب اول
 فی الفرائض
 فصل اول
 فی الفرائض
 فصل اول
 فی الفرائض

اس کتاب میں اسد بن فرات کا ذکر کئی موتھوں پر آیا ہے۔ وہ امام مالک کے شاگرد و رشید تھے۔ پھر انہوں نے امام محمد اور امام ابو یوسف سے بھی استفادہ کیا۔ امام محمد سے بہت زیادہ متاثر ہوئے۔ کچھ ان کی شفقت اور لطف و کرم کے باعث اور زیادہ تران کے ملکہ و اجتہاد و وسعت نظر اور جامعیت علوم کے باعث ان سے عقیدت رکھتے تھے۔

اسد دراصل مالکی مذہب کے سربراہ اور وہ علماء دین سے تھے۔ لیکن بعد میں سند قضایا فرما کر ہوئے تو زیادہ تر حنفی مسلک کے مطابق فتویٰ دینے لگے۔ وہ گونا گوں صفات و کمالات کے جامع تھے۔ بہت بڑے عالم تھے، مجتہد تھے، زاہد اور متقی تھے اور ساتھ ہی ساتھ مرد مجاہد بھی۔

ناجہ عقلیہ کی حیثیت سے ان کا نام تاریخ کے صفحات پر ہمیشہ زندہ اور تابندہ رہے گا۔

چونکہ اسد کو امام محمد سے اور ان کے مجتہدات سے گہرا ربط و تعلق تھا،
لہذا تاریخِ متقلید (حصہ اول و دوم) سے ہم نے اسد کے حالات جمع کر کے
ضمیمہ کے طور پر شامل کر دیے ہیں جو اگلے صفحات میں آپ ملاحظہ فرمائیں گے
اس ضمن میں جن کتب حوالہ کے اسامہ آپ کی نظر سے گزریں گے، وہ بھی
تاریخِ متقلید (حالات اسد) ہی سے ماخوذ ہیں۔

زیریں احمد جعفری

قاضی آسبن فرات فاتح صلیہ

قاضی اسد کی کینت ابو عبد اللہ باپ کا نام فرات اور دادا کا نام سنان تھا، وہ خزا کا
کرتے تھے، میں اسد (خیر) بول، جو خوشی جاہلوں میں سب سے بہتر ہے، میرے والد فرات ہیں
جو دیوانوں میں سب سے بہتر ہے، اور میرے دادا "سنان" (ظفرے کی آبی) تھے جو تہیادوں میں
بہترین ہے۔

میں کا خاندان بڑے سلیم بن قیس کے آزاد کردہ غلاموں میں سے تھا۔
اسد کا آبائی وطن فیثا پور (خراسان) تھا، وہ ابھی ماں کے پیٹ ہی میں تھے کہ ان کے والد ہجرت
کر کے بمقام حران (دیار الی بکر) آئے اور وہ یہیں ۱۴۲ھ میں پیدا ہوئے۔
آبائی پیشہ سپہ گری تھا، وہ برس کے سن میں اپنے والد کے ساتھ ۱۴۲ھ میں محمد بن اشعث کی فوج
کے ہمراہ افریقہ آئے، قیزان میں پانچ سال کی عمر تک رہے، پھر ان کے والد نے تیرہن میں قیام اختیار
کیا، نو سال وہاں مقیم رہے۔

۱۸ سال کی عمر میں جو من کے ایک لگاؤں میں قرآن مجید کی تعلیم ختم کی ان دنوں ان کی والدہ نے ان کے متعلق خواب میں دیکھا کہ ان کی میٹھ پر گھاس آگ آئی ہے اور اسے مویشی چر رہے ہیں۔ تعبیر دینے والے نے بتایا کہ یہ روکا آگے چل کر علم و فضل کا مالک بنے گا، اور علم کے جہو کے اس کے خواب علم سے سیرجوں گے۔

نیونس میں تحصیل علم

اس کے بعد ان کے دینی علم کی تکمیل کا وقت آیا۔ ان دنوں جو من میں علی بن زیاد کی سند دس بھیجی ہوئی تھی۔ یہ بھی اس کی طرف رجوع ہوئے، اور ان سے علم حدیث و فقہ کی تحصیل کی، موطا امام مالک پہلی مرتبہ ان سے پڑھی۔

اسد امام مالک کے حلقہ درس میں

پھر شام میں تکمیل علم کے لیے مشرق کی طرف روانہ ہوئے اور مدینہ منورہ پہنچ کر امام مالک کے حلقہ درس میں شریک ہوئے،

امام مالک کے درس کا طریقہ یہ تھا کہ وہ موطا کے درس میں طلباء کے سوالوں کے جوابات دیتے تھے جنہیں تلامذہ لکھتے جاتے تھے۔ عبد اللہ بن وہب اور عبد الرحمن بن قاسم امام مالک کے ارشد تلامذہ میں تھے، اور ان کی حیثیت امام ابو حنیفہ کے اصحاب، امام محمد و ابو یوسف کی ایسی تھی اور یحییٰ و انور کے جواہرں کو لکھتے تھے۔

امام صاحب نظر ثاقب و قال کو پسند نہیں کرتے تھے، اور سہل و سادہ طور پر محض روایات کی بنیاد پر جواب دیتے تھے، اور اس کی وجہ سے تلامذہ اپنے طالب علم زحمت شات دلی کو پیش کرتے ہوئے جھگکتے تھے۔ جب اسد ان کی مجلس میں شریک ہوئے تو ابن قاسم و جبرو نے ان کے ذریعے سے اپنے زحمت شات منانے چاہے، انہیں سوال در سوال سکھاتے، اور اسد امام صاحب کے سامنے پیش

کرتے، اور بالآخر امام صاحب نے انھیں بھی اس کی مخالفت کر دی، لہذا واقعہ اس کی زبان سے یوں ہوا
ہوا ہے :-

”ماک کے اصحاب قاسم و عزیز مجھے سکھاتے کہ نظاں مسئلہ کے متعلق ان
سے دریافت کروں۔ چنانچہ حسب ان سے سوال کرتا تو وہ جواب دے جاتے
اس کے بعد میرے ساتھی مجھے پھر یوں سکھانے لگے کہ ”اگر یہ ایسا ہے تو یوں
ایسا ہو گا، اور یہ یوں ہے تو یہ یوں ہو گا۔ اس پر میں اسی طریقہ سے سہارا
کرتے لگا، ایک دن وہ مجھ سے تنگ آ گئے اور فرماتے لگے کہ مسئلہ پر مسئلہ
چھیڑ رکھا ہے، اگر ایسا ہو تو یہ ایسا ہے، اور ایسا اگر تم یہ چاہتے ہو تو
تمہارے لیے عراق نکلا رہا ہے۔“

وہ واقعہ کئی بعید میں نے اپنے ساتھیوں سے کئی بار کرم میز سنا سنا کر سنا
ہو، میں آئندہ اس قسم کی حرکت نہ کروں گا۔

مطابق سابقہ سبقتان سے پڑھنے کے بعد انھوں نے کسی دوسری کتاب کے پڑھنے کا شوق ظاہر کیا تو
امام ماک نے فرمایا :-

”وہی تمہارے لیے سبھی کافی ہے، جو میں دوسروں کو دے رہا ہوں!“

جب یہاں تک یہی مسئلہ کی تکمیل ہو گئی تو انھیں عراق جا کر فقہ حنفی کی تفصیل کا خیال پیدا ہوا اور امام

نے اس واقعہ کو بعض دوسرے مورخین نے اس طرح نقل کیا ہے، ”انھوں نے جواب دے دیا، اس نے دوبارہ
پوچھا، امام ماک صاحب نے دوبارہ جواب دیا، اور پھر دوبارہ جواب بھی دیا، جب چوتھی مرتبہ اس پر پھر
پوچھا تو امام ماک نے فرمایا کہ ”اے مغرب! میں تمہارے لیے کافی ہے، اگر تم رائے“ چاہتے ہو تو عراق جاؤ، اس
پر بعض مورخین نے لکھا ہے کہ وہ اسی وجہ سے عراق چلے گئے، لیکن جیسا کہ اس کے بیان سے اندازہ ہوتا ہے، یہ
صحیح نہیں ہے، بلکہ جب یہاں دوس کی تکمیل کر لی تب عراق گئے، تاکہ فقہ حنفی کی تفصیل کریں۔ دیکھیں تفصیل ۵۸

مالک سے رخصت ہونے کے لیے ان کی خدمت میں حاضر ہوئے، انہوں نے خاص انتہات سے انہیں رخصت فرمایا، اسد کا بیان ہے

”میں اور مارث بن اسد قصی اور غالب بن محمدی، امام مالک کی خدمت میں رخصت ہونے کے لیے حاضر ہوئے، میرے دونوں ساتھی مجھ سے پہلے باریاب ہوئے، اور امام مالک سے درخواست کی کہ میں کچھ وصیت فرمائے، انہوں نے ان دونوں کو وصیت کی، اس کے بعد میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ سے تمہارے لیے تقویٰ، قزاق اور اس کی صحت کی خبر خواہی کی وصیت کرتا ہوں۔“

اس کے بعد جب ہم لوگ باہر نکلے تو میرے ساتھیوں نے مجھ سے کہا: کہلے اللہ! واللہ انہوں نے تمہیں اپنی وصیت میں ہم لوگوں سے زیادہ عطا فرمایا۔“

راوی سلیمان کا بیان ہے کہ امام مالک رخصت کرتے وقت اپنے تلامذہ کو صرف تقویٰ اللہ کی وصیت فرماتے تھے۔

عراق میں تحصیل علم

اس کے بعد اسد دینہ سے عراق روانہ ہوئے، یہاں امام اعظم کے ارشد تلامذہ کی مسند درس بھی ہوئی تھی یہاں آکر امام ابو یوسف، امام محمد بن حسن اور اسد بن عمرو کے حلقوں میں شریک ہوئے

لے ان شیعہ حلق میں صاحبین کے اسماء معلوم و مشہور ہیں، سو خاندان اسد بن عمرو بھی امام اعظم کے ارشد تلامذہ میں تھے، ان کا امتیاز خاص یہ تھا کہ انہی نے سب سے پہلے امام اعظم کی کتابیں ان سے نقل کی ہیں۔ ان کے حالات الجواب المرضی، صلبہ المستطاب اور طبقات متوفیہ ص ۱۳۱۶ء میں ہیں۔

اور ان کے علاوہ چند دیگر ممتاز فقہائے احناف سے بھی فقہ کی تحصیل کی۔

امام محمد کا التفات خاص

امام محمد کی خدمت میں انھیں نمایاں اختصاص حاصل ہوا، ان کی اجازت سے ان کے عام ہرک میں شریک ہونے کے علاوہ شب کے وقت بھی ان سے پڑھتے تھے، اور پھر ان کی غریب الٰہی ملکا ہر جائے مالی اور دینی فرمائی، انھوں نے یہ واقعات خود سلیمان بن سالم سے بیان فرمائے، فرماتے ہیں

میں نے امام محمد بن حسن سے کہا کہ میں پر دہی ہوں، اور آپ سے فقہ و

حدیث کا بہت کم سرمایہ جمع کر سکا ہوں، کیونکہ آپ کے حکماء کی تعداد زیادہ

ہے، اس لیے میرے لیے کیا خاص عنایت ہو سکتی ہے؟ انھوں نے فرمایا

”مراقبہ کے ساتھ دن میں شریک رہو اور رات کا وقت صرف تمہارے

لیے خاص کرتا ہوں، رات میرے ہی پاس گزردے، وہیں انھیں عرض کیا کہ ہنگامہ

چنانچہ میں شب کو امام محمد کے یہاں رہنے لگا، وہ خود کوٹھے پر رہتے

تھے، اور میں نیچے کی منزل میں رہتا تھا، لیکن میری خاطر سے وہ نیچے ہی اترتے

اور وہاں کے بچے سامنے ایک پیاد میں پانی رکھ کر بیٹھ جاتے، جب پڑھتے

پڑھتے مات زیادہ گزر جاتی تو مجھے نیند آنے لگتی، وہ مجھے اوجھٹے ہوئے دیکھ

ایک پتھر پانی میرے منہ پر چھڑکتے اور میں میدان پر جاتا، ان کا اور میرا ہی طریقہ

بہتر و جاری رہا، ایسا تک کہ میں جس قدر دن سے پڑھنا چاہتا تھا، پڑھ لیا

امام محمد کی شفقتوں کے سلسلہ میں کہتے ہیں :-

”میں ایک دن محمد بن حسن کے حلقہ درس میں بیٹھا تھا، ناگاہ سبیل لگانے والے

کی آواز آئی، میں جلدی سے اٹھ کر گیا اور پانی پی کر حلقہ میں واپس چلا آیا، اس پر محمد

نے مجھ سے پوچھا، ”مسفری! تم سبیل کا پانی پیتے ہو؟“ میں نے عرض کیا خدا

آپ کو نکاح دے، میں تو ابن سبیل ہوں، اور منہم کہنے میں گھر چلا گیا، تو رات کے وقت کسی نے دروازے پر آواز دی، دروازہ کھولا تو معلوم ہوا کہ امام محمد کا خادم ہے، اس نے مجھ سے کہا، "آپ کے آپ کو سلام کیا ہے اور آپ سے کیا ہے کہ مجھے آج سے پہلے بالکل معلوم نہ تھا کہ تم "ابن سبیل" ہو، اس لیے اس لحاظ کو لے کر اللہ اپنی ضرورت میں پوری کر دے۔"

اس کے بعد اس نے ایک بھاری تسلی میری طرف بھائی، میں دل میں خوش ہوا کہ اس میں امام کی کافی تعداد ہے، جب گھر میں آکر تسلی کھولی تو دیکھتا ہوں اس میں اتنی اشرفیاں بھری ہوئی ہیں۔

امام مالک کی وفات اور لوگوں کا ان کے تلامذہ کی طرف بے حوصلہ

اسد عراقی میں تحصیل علم میں مصروف تھے کہ مدینہ سے امام مالک کی وفات کی خبر پہنچی، اور اسی وقت سے امام مالک کے تلامذہ لوگوں کا سرچا بن گئے، جس میں اسد بھی تھے، وہ اس واقعہ کی روئے بیان کرتے ہیں:-

ہم لوگ ایک دن امام محمد کے حلقہ درس میں بیٹھے تھے کہ ایک شخص آیا اور لوگوں کو پہچاندتا ہوا امام محمد کے قریب پہنچا اور ان سے کوئی خبر بیان کی جس پر امام محمد بول اُٹھے، "انا للہ وانا الیہ راجعون"، ایک مصیبت ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی دوسری مصیبت نہیں، امامک بن انس کا انتقال ہو گیا میرا لومنین فی الحدیث نے وفات پائی۔

یہ خبر مسجد میں پہنچی، پھر کھلی کی طرح سارے شہر میں دوڑ گئی، لوگ امامک بن انس کی وفات پر غم و غم کے لیے جمع ہونے لگے، اور اس کے بعد یہ حال ہو گیا کہ جب کوئی امامک بن انس کی حدیث راہیت کرنے لگتا تو ایک خلعت اس کے گرد آویزاں آتی

اور اس قدر عجیب ہو جاتا کہ راستے بند ہو جاتے ؟

صحابہ جلیل کا اسکے موطا کا درس لینا

اسی سلسلہ میں اسد سے بھی لوگوں نے امام مالک کی روایتیں لیں، اور پھر انھیں یہ قابل فخر اعزاز حاصل ہوا کہ امام ابو یوسف نے اس تشہ "علم کو سیراب کرنے کے لئے اس سے اس فیض کے حاصل کرنے کی خواہش کی جو وہ ذریعہ العلم شرب سے حاصل کر لایا تھا، چنانچہ امام ابو یوسف نے اسد سے موطا امام مالک کا درس لیا۔

پھر حسب اس کی خبر امام محمد کو پہنچی تو فرمایا، ابو یوسف علم کی خوشبو کو گھگھہ لیتے ہیں، اور اس کے بعد اسد سے موطا کے درس کی خود بھی خواہش کی، اور اس حیثیت سے اسد کی شخصیت اسلام کے دو مذاہب کے اساطیرین اولیٰین کے درمیان ایک سلسلہ از سبب کی قرار پائی۔

اسد نے مشرق میں فقہ مالکی و حنفی کی تفصیل کے علاوہ مشہور عراق میں سے یحییٰ بن کثیر بن ابی زائدہ کوئی، ابو یزید بن عیاض، مسیب بن شریک اور بیہثم بن شریک وغیرہ سے علم حدیث حاصل کیا، اور ان سے حدیثیں نقل کیں، ان میں سے صرف موطا الذکر بیہثم بن شریک سے ۱۲ ہزار حدیثیں لکھیں۔

لے یہ حافظ حدیث تھے، ان کے زکریا بن زائدہ، امام احمد بن حنبل اور داؤد بن ابی مندہ وغیرہ سے روایتیں کی ہیں، کلاذہ میں اسد کے علاوہ امام احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین، ابن المثنیٰ، اور اسد بن شیبہ، طبرہ اکابر محدثین میں بھی، سنائی، ابن معین اور ابوداؤد وغیرہ نے توشیح کی ہے، سلسلہ میں وفات پائی، خلاصہ تہذیب الکمال الخرجیم طبع مصر ۱۳۲۴ء (تاریخ تصقلیہ)

۳۴۵ ان کے مشہور حدیث میں حسین بن عبد الرحمن اور ابو حصین وغیرہ ہیں، اور کلاذہ میں ابن مبارک ابن عبد بنی اور احمد وغیرہ، اکابر محدثین نے توشیح کی ہے، سال ولادت ۱۳۲۵ء وفات ۱۳۲۵ء خلاصہ تہذیب الکمال، ۳۴۵ء (تاریخ تصقلیہ)

وطن کی واپسی

اسد جب مشرق میں تحصیل علوم سے فارغ ہوئے تو وطن کی واپسی کا خیال آیا، لیکن مصارف کا کوئی سامان نہ تھا، اس لیے سخت پریشان تھے، آخر امام محمد کے سامنے تذکرہ آیا، انھوں نے فرمایا: "تسار تو گر ولید کے سامنے کروں گا،" اسید ہے کہ تم آسانی و دلچسپی پاؤ گے۔"

چنانچہ امام محمدؒ نے ولید سے ان کا تذکرہ کیا، اور اس سے اسد کے شے کی تالیف مقرر ہوئی۔ جب اسد ولی محمد کے محل میں جانے لگے تو امام محمدؒ نے انھیں بھیجا کہ تم ان لوگوں کے ساتھ جس رک رکھاؤ سے پیش آؤ گے، ویسا ہی وہ بھی تم سے برتاؤ کریں گے، اگر تم اپنی خود داری قائم رکھ کر ان سے ملو گے تو وہ بھی تحصیل باعزت و خود در بھیجیں گے۔"

اس کے بعد اسد ولی محمد کے محل میں پہنچے، ایک خادم نے ان کا استقبال کیا اور ایک جگہ بٹھار دیا یہاں ان کے سامنے ڈھکا ہوا ایک خوان لایا گیا، اسد نے پوچھا، "یہ جو کچھ لائے ہو،" اتھاری طرف سے ہے یا تمھارے آقا کی طرف سے؟" پھر وہ بولا، "آقا کے حکم سے لایا ہوں،" اسد نے خوبصورتی سے جواب دیا،

"تمھارا آقا کبھی اسے پسند نہیں کر سکتا کہ اس کا مہمان اس کی شرکت کے بغیر کھانا کھائے،

صاحبزادے یہ تمھارا ہی احسان ہے،" پھر پریمی اتھاری مکافات واجب ہے۔" یہ کہہ کر عیب منوال اس میں ان کا سارا سرمایہ صرف چالیس درہم تھا، انھوں نے اس کے صلہ میں بڑی فراخوصلگی سے چالیس درہم اس کی طرف بڑھا دیئے، اور خوان اٹھانے کا اشارہ کیا،

خادم اسد سے بہت زیادہ خوش ہوا اور سارا وقت اپنے آقا سے جا کر گزریا، وہ شکر محفوظ رہا اور اسد کو اندر طلب کیا، اس کے بعد اسد کہنے لگا:۔

۱۔ ہمارے دشید کا نام تھا، ولید سے مراد غالباً شہزادہ محمد (امین) ہے۔

۲۔ تاریخ حقیقہ

میں وہ بعد کی خدمت میں پہنچا۔ وہ ایک تخت پر جلوہ افروز تھے۔

اس کے سامنے ایک دوسرا تخت بچھا ہوا تھا، جس پر صاحب بیٹھا تھا۔

تخت خالی تھا، اس پر مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ پھر مجھ سے توقف لگائی

کہ رہا۔ اور میں مناسب جوابات دیتا رہا۔ جب میری واپسی کا وقت آیا تو

ایک دفعہ اٹھ کر سر مبارک لٹاؤ میں میرے حوالے کیا اور کہا کہ اسے صاحب دہان

کے یہاں لے جاؤ، پھر مجھ سے دوبارہ ملنا تمہیں افشاہد یہاں آنے سے شرمگاہ

اس لٹاؤ میں دس ہزار دیئے جانے کی ہدایت تھی۔ جب یہ رقم وصول ہو گئی تو اس نے دہلی

کے حکم کے مطابق اس کے یہاں دوبارہ جانا چاہا۔ مگر امام مختون نے یہ کہہ کر منع فرمایا کہ اگر اب وہ لوگوں

کے پاس دوبارہ جاؤ گے تو وہ تمہیں اپنا ملازم تصور کریں گے۔

اس نے دوبارہ ملنے کا خیال ترک کر دیا۔ اور رخصت سفر باندھ لیا۔ اور اپنے شفیق استادوں سے

رخصت ہو کر مصر روانہ ہو گئے۔

اس نے امام محمدؒ کے دل پر اپنی محنت جفا کشی اور تحصیل علم کے شوق کے گہرے نقوش چھوڑے تھے

وہ ان کچھ آئے کے بعد مجلسوں میں ان کی تعریف فرماتے تھے۔ صاحب مدالم کتاب ہے۔

امام محمدؒ مغل میں ان کی تعریف کرتے تھے اور ان کے مناظرہ طریق

درس اور علم حدیث کی توصیف و ستائش فرماتے تھے۔

اسد مصر میں

مصر میں اس وقت عبداللہ بن وہب، اشعث اور عبدالرحمن بن قاسم علم کے علمبردار تھے اور یہ

تینوں امام مالک کے ایسے جلیل القدر تلامذہ تھے جن کا احترام امام مالک کے تمام تلامذہ کرتے تھے۔

اسد باری باری ان کے حلقہ درس میں شریک ہوتے، لیکن عبداللہ بن وہب اور اشعث سے نفرت کی

لے امام محمدؒ اور اس کے یہ واقعات مختلف روایات و بیانات سامنے دکھاتے ہیں کہ اس مرتبہ صحت میں زیادہ کئے گئے

(تاریخ حنفیہ)

اور مؤرخہ کو سے تو ایسی نیک جھونک ہوئی کہ اگر عبداللہ بن عبدالحکیم وغیرہ بیچ بچاؤ نہ کرتے تو بڑے نتائج پیدا ہوتے۔

آخر میں عبدالرحمن بن قاسم کی طرف رجوع کیا۔ یہ اپنے علم و فضل و زہد و روح اور کبر سنی کی وجہ سے بڑے احترام کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ عبارت ریاضت کا یہ حال تھا کہ دن رات میں تین ختم پڑھتے اور گنتوں نماز پڑھتے رہتے تھے۔

علم فقہ میں روایت دوائے اور قیاس میں سب پر یکساں نظر رکھتے تھے۔ اور ان کی یہی جامعیت اس کے لیے باعث کشش تھی۔ ایک دن انھوں نے جو شہ عقیقت میں ان کے متعلق مسجد میں آواز بلند کیا۔

حضرات! اگر مالک بن انس کا انتقال ہو چکا ہے تو یہ دوسرا مالک ہمارے

دوبان موجود ہے!

یہ کہتے ہوئے ابن قاسم کی طرف اشارہ کیا اور پھر اترام سے روزانہ ان کی خدمت میں حاضر ہونے لگا۔

اسد کی تدوین

اس کے بعد اسد کا یہ دستور ہو گیا کہ وہ ابن قاسم سے روزانہ فقہی مسائل پر سوالات کرتے وہ جوابات دیتے، اسد سوال و جواب کو تبدیلی دیکھتے جاتے۔ ابن قاسم اپنے جوابوں میں امام مالک کے فتویٰ بیان کرتے، ان پر احادیث سے استدلال لاتے اور قیاس و رائے سے ان جوابوں کی صحت کے ثبوت ہم پہنچاتے۔ یہاں تک کہ انھوں نے ان جوابوں کے املا کرنے کے لیے روزانہ تین ختموں کے معمول میں سے ایک ختم کو ترک کر دیا۔

اسی طرح یہ سوال و جواب ساٹھ چوبیس میں مدون ہو گئے اور یہی کتاب دنیا میں فقہ مالکی کی سب سے پہلی کتاب تھی۔ اسد نے اس مجموعہ کو اپنے نام پر "الاسد" سے موسوم کیا۔

اسد پر پہلا حملہ اور اس کی پہلی نقل!

الاسدیہ کی ترتیب کے بعد انھیں افریقہ کی واپسی کا خیال آیا۔ اس اثنا میں الاسدیہ کی شہرت پھیل چکی تھی۔ اہل مصر نے اسد سے اس کا ایک نسخہ حاصل کرنا چاہا۔ اسد نے اس کے دینے سے تامل کیا، اور یہ معاملہ کاغذی تک پہنچا۔ اسد کا دعویٰ تھا کہ ان کی نقل ان کے حوالے سے لی جائے، لیکن اہل مصر اس پر آمادہ نہ تھے۔ تھوڑے روز کہ کے بعد قاضی نے اس کی نقل اسد سے ولوادی۔

اسدیہ کی دوسری نقل ابن قاسم کے لئے

جب اسد مصر سے روانہ ہوئے، تو ابن قاسم نے کچھ مسلمان ان کے حوالے کیا کہ اسے افریقہ میں فروخت کر کے اس کی قیمت سے کاغذ خرید لیا جائے۔ اور اسدیہ کی ایک نقل ان کے پاس بھیج دی جائے۔ چنانچہ افریقہ پہنچ کر انھوں نے اس کی ایک نقل بھیج دی۔

اسد کا ورودانہ افریقہ اور تلامذہ کی کثرت

اسد تلامذہ میں مصر سے قبر دان واپس آئے اور یہاں پہنچے ہی مخلوق کا جھوم ان کی طرف اُٹھ آیا۔ اور انھوں نے مالک کی مؤطا اور الاسدیہ کا درس جاری کر دیا۔ امام مالک سے بیک واسطہ ملاوٹ لینے اور الاسدیہ کی روایت اور سماع کے لیے افریقہ و مغرب کے حبیب القدر تلامذہ نے اسد کے سامنے دائرے قلم نہ کیا اور چند ہی روز میں ان کی اسدیہ کی روایت جیسے المدۃ مذہبی عرف عام میں کہنے لگے تھے، سارے افریقہ و مغرب میں پھیل گئی۔

اسدیہ کی تیسری نقل موسومہ المدۃ الخیرٹی اور امام بخاری و تلامذہ میں علمی جنگ

جب الاسدیہ شہرہ آفاق حیثیت حاصل کر کے خاص و عام میں مقبولیت کی نگاہ سے دیکھی

گئی تو اہل علم نے خصوصیت کے ساتھ اس پر توجہ کی اور اس کی نقل کا اہتمام کیا۔ اسد کے حلقہ درس میں دو جلیل القدر علماء سخنور اور محدثین رشید بھی شریک تھے۔ ان دونوں نے اسد کی لاطینی میں اس کی نقل تیار کرنی شروع کی۔

لیکن اس زمانہ میں اہل علم کے درمیان کتابوں کے نسخوں کو بڑی اہمیت حاصل تھی۔ تلامذہ کا فرض تھا کہ استاد کی اہازت کے بغیر اس کی نقل نہیں لیں اور وہ اصل وہ نسخے جو استاد کی تصدیق کے بغیر چلے معجزہ نہ سمجھے جاتے تھے۔ لیکن اس کے باوجود ان دونوں نے اس کی نقل حاصل کرنی شروع کی اس لیے جب اسد کو اس کا حال معلوم ہوا تو انھیں سخت ناگوار گذرا، اسد وہ لوگوں کو نسخہ کی جزئی نقل دینے میں بھی احتیاط برتنے لگے تھے۔ مگر اس وقت تک سخنور کا نسخہ قریباً مکمل ہو چکا تھا صرف باب کتاب القسم کی نقل باقی رہ گئی تھی۔

سخنور اس کی نقل حاصل کرنے کی کوشش میں لگے رہے، چنانچہ ایک دن ایک شخص جزیو سے اسد کے پاس آیا اور ان سے کتاب القسم کی نقل چاہی۔ انھیں شبہ ہو کر کہیں یہ سخنور کا فرستادہ نہ ہو اس لیے اسے نقل دینے سے انکار کر دیا، بالآخر اس نے حلف اٹھایا کہ وہ اس کی نقل سخنور کو نہ دے گا، اس پر اس نے کتاب القسم اس کے حوالے کر دی اور اس نے نقل حاصل کر لی۔

وہ شخص واقعی سخنور کا فرستادہ تھا، ان کی خدمت میں واپس جا کر کہا۔

”اوسید ایہ لو، مگر یہ نقل مجھے بغیر حلف اٹھائے نہ مل سکی۔ اب مجھے اپنی قسم کا کفارہ ادا کرنا پڑا“ اس طریقے سے اسد یہ کی نقل سخنور کے پاس مکمل تیار ہو گئی، مگر اسد کو اس کی خبر نہ ہوئی۔

چند دنوں کے بعد سخنور نے صبر کا قصد کیا، روانگی کے وقت افریقہ کے اہل علم ان کی مشائیت کے لیے نکلے، ان میں اسد بھی موجود تھے۔ اسد نے دہ پردہ یہ دریافت کرنے کے لیے کہ اسد یہ کی نقل مکمل ہو گئی ہے یا نہیں، ان سے کہا:

”اگر تمہارے پاس یہ مقدمہ نہ ہوتی تو تم اسے ابن تاسم سے سن لیتے۔“

سخنور نے سنجیدگی سے جواب دیا،

وہ میرے سامان میں موجود ہے۔

اسدیہ سن کر خاموش ہو گئے اس کے بعد معلوم ہوا کہ سخنوں کے مصرعے مسنوی اسل غرض ابن قاسم سے الاسدیہ کی روایت و سماع ہی ہے۔

چنانچہ وہ مصرع ابن قاسم کی خدمت میں حاضر ہوئے انھوں نے سب سے پہلے اسدیہ کی خبر پوچھی، سخنوں نے کہا: تمام ممالک میں ان کا علم پھیل گیا ہے۔
ابن قاسم یہ سن کر بہت خوش ہوئے۔

اس کے بعد سخنوں نے ابن قاسم سے الاسدیہ کی روایت اس طریقہ سے یعنی شروع کی کہ اسدیہ کے مرتب کئے ہوئے سوالات سخنوں پڑھتے اور ابن قاسم نے جو جوابات الاسدیہ میں لکھائے تھے انہیں وہ پڑھ دیتے۔ اس طریقہ سے پوری اسدیہ تمام کی۔

اس قرأت میں ابن قاسم نے اسدیہ کے جواہروں میں کہیں کہیں ترمیم بھی کر دی تھی۔ اور بعض قصوں سے رجوع کر لیا تھا۔ جب سخنوں مصرعے رخصت ہونے لگے تو ابن قاسم نے اسدیہ کے نام ایک خط لکھا کہ: "مبارک باد" کے جواہروں میں کہیں کہیں ترمیم ہو گئی ہے۔ اپنے نسخہ کو سخنوں کے نسخہ سے مل کر تصحیح کر لو۔"

اگرچہ اس زمانہ میں بظاہر یہ معمولی بات معلوم ہوتی تھی کہ ایک نسخہ سے دوسرے نسخہ کی تصحیح کر لی جائے، مگر اس زمانے میں کتابوں کے نسخوں کے لیے جو اہتمام کیا جاتا تھا، اور ان کی مختلف حیثیات کے لحاظ سے ان میں جو فرق مراتب قائم ہوا تھا، اس لحاظ سے اسدیہ کے لیے یہ بڑی آزمائش کا وقت تھا لیکن وہ بڑی فراغت و تسلی سے سخنوں کے نسخہ سے مقابلہ کرنے پر آمادہ ہو گئے، مگر دوسری طرف ان کے تکلّف کی باعث تھی اسدیہ نے ان سے بھی تذکرہ کیا۔ ان لوگوں نے اس میں اپنے استاد کی توہین محسوس کی کہ وہ نام لکھنے سے شرف تکلّف رکھنے کے باوجود سخنوں کی شاگردی میں داخل ہوں، کیونکہ سخنوں کے نسخہ سے مقابلہ کر لینے کے بعد اس زمانہ کے دوس و تلامذہ اس کے قواعد کے مطابق اسدیہ سخنوں کی شاگردی میں داخل ہو چکے۔

چنانچہ ان لوگوں نے اسد کو آمادہ کر لیا کہ وہ ابن قاسم کے پیغام کو قبول کرنے سے انکار کر دیں اور اسد نے اس فیصلہ کا اعلان کر دیا۔

لیکن انیسویں ہے کہ اسد کا یہ فیصلہ اسدیہ کے حق میں اچھا نہیں چلا۔ سخنوں نے مصر سے واپس آکر بڑی شان و شوکت سے اپنی مسند ورس بچھائی۔ سارے مصر میں ابن قاسم کے مکتوب کی شہرت ہو چکی تھی۔ لوگ جوق در جوق سخنوں کے پاس آئے اور ان کی ترسیم شدہ اسدیہ کی روایت ان سے لی جس سے اسد کا خیر و خیر ہونے پر وہ بے وقعت ہوتا گیا۔ اور سخنوں کی مدد کو اقتدار حاصل ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ سخنوں کو "امام" کا لقب حاصل ہوا اور ان کے نسخہ کی بدولت ابن کاہن اسد کے نام پر غالب آ گیا۔ اگرچہ موجودہ زمانہ میں سخنوں کے نسخہ سے مقابلہ کرنے سے اسد کا گریز کرنا پسندیدہ نہ سمجھا جاتا مگر اس زمانہ میں سخنوں کی برتری اور بدستیا اور روایتوں میں راویوں کی نقادانہ مصلحت کے جو اعتبارات قائم تھے انہیں دیکھتے ہوئے اس کا طرز عمل شاید قابل الزام نہ سمجھا جائے اور دراصل اس میں صحیح رائے اسی زمانہ کے اہل علم قائم کر سکتے تھے۔ چنانچہ شیخ ابو الفاضل، ابو القاسم بن احمد ہمدانی رحمہ اللہ اسد کے اس طرز عمل کے مصلحتیوں اور اہم درائے فرماتے ہیں :-

درست وہی ہے جو اسد نے کیا، کیونکہ انہوں نے ابن قاسم سے سوالوں کے

جواب بالمشافہ حاصل کئے تھے، خط کے ذریعے سے ملاح کی مقبولیت کا اسد

اہل علم کے درمیان مختلف فیہ ہے، اس لیے کسی چیز کو جو متفق علیہ ہو، کسی ایسی چیز

کی خاطر نہیں چھوڑ سکے جو مختلف فیہ ہے۔

یعنی ابن قاسم کے اس خط کی بنیاد پر جسے سخنوں مصر سے لائے تھے۔ اسد کے اپنے نسخہ میں جو بالمشافہ منا ہوا تھا، از سریم و اصلاح کرنے سے وہ متفق علیہ نسخہ مختلف فیہ بن جاتا۔

اسد کے لیے اس وقت بہتر شکل یہ تھی کہ وہ خود مصر کا سفر کرتے اور ابن قاسم کے سامنے اپنے نسخہ کو دہرا لیتے۔ مگر ان کے مکتوب کو رد کر دینے کے بعد شاید استناد و تمیز میں ایسی صفائی باقی نہ رہ گئی ہو کہ وہ مصر کا سفر کرتے، البتہ اس کا امکان اس کے رد کر دینے سے پہلے ہی تھا، تاہم ابن قاسم

حالات کے باوجود اسد ساری عمر ابن قاسم کا نام عزت و احترام سے لیتے رہے۔ اگرچہ یہ روایت بھی مشہور ہو چکی تھی کہ جب ابن قاسم کو اسد کے انکار کی خبر ملی تو انھوں نے اسد یہ کہ غیر مقبول ہونے کی بددعا کی۔ اور شہرت تھی کہ انکی دعا بابِ اہلبیت تک پہنچی۔

مگر اسد نے کسی بھی استاذ کے ادب و احترام میں کمی نہیں کی، اسی زمانہ میں جب یہ مسئلہ چڑھا ہوا تھا، فقیہ حنبل کی خدمت میں پہنچا، انھیں رہتے ہوئے پایا۔ سمر نے وجہ پوچھی تو انھوں نے کہا، "میں کوئی مصیبت نہیں، لیکن میرے پاس ابن قاسم کا خط آیا ہے، وہ مجھے حکم دیتے ہیں کہ میں اپنی کتاب حنن کی کتاب پر وہ ہر اہل حالاکہ حنن کی میں نے تربیت کی ہے۔"

اس پر سمر نے اسد سے ہمدردی ظاہر کرتے ہوئے ان کی تعریف کی۔ اور ابن قاسم کے خط کھنے پر نکتہ چینی شروع کی تو اسد فوراً بولے، "ایسا نہ کرو، اگر تم ابن قاسم کو دیکھتے تو تمہارے لیے یہ کتنا دشوار ہوتا۔"

اسی طرح اسد کے عہدہ قضاء کے زمانہ میں کسی فقیہ نے ابن قاسم کی تسبیح کی، اور ان کی روایت مشہور ہو چکی۔ جب اسد کو خبر ملی تو انھوں نے اس کی تعریف کر کے اس فقیہ کو سنگین سزا دی۔ اور انھیں بری طرح پٹوایا۔

الغرض اسد یہ کی تیسری نقل ہی المدونۃ الکبریٰ ہے۔ صرف ان دونوں میں چند مسائل کا فرق ہے اور اس وقت سے دور حاضر تک یہی کتاب فقہ مالکی کی سب سے بڑی اور مستند کتاب سمجھی جاتی ہے۔ اس لیے حقیقت اسد کے ہاتھوں فقہ مالکی کی عظیم الشان خدمت انجام پائی۔

المدونۃ پہلی مرتبہ مالک رحمہ اللہ میں مطبع خیرہ مصر سے چار جلدوں میں شائع ہوئی۔ اگرچہ اس مطبوعہ نسخہ میں الامامہ کا کوئی ذکر نہیں، کیونکہ حنن کے مصر جانے کے بعد فرانطہ کے لحاظ سے اس کی تدلیک کا حق حنن کو بھی حاصل ہو چکا تھا، لیکن اہل علم اس حقیقت سے آشنا نہیں کہ یہ اصل مالکی اسد ہی کی ہے۔ اور امام حنن نے بھی بخوبی اس کا اعتراف کیا ہے۔ چنانچہ ابن قسطن نے اپنی تصانیف میں اسد کے ترجمہ میں امام حنن کے وہ کلمات درج کئے ہیں جو انھوں نے المدونۃ کے متعلق ظاہر

کئے تھے، اور اس نے المدونہ کے تمام شروح و حواشی اور مخطصات کو اسد کے ترجمہ میں الاسدیہ ہی کی طرف منسوب کیا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے:-

”محمّد کا قول ہے کہ تھیں اس مدونہ کو اپنے لیے لازم کر لینا چاہیے۔ وہ ایک صالح شخص (ابن قاسم) کا کلام ہے، اور ایک صالح شخص (اسد) کی مدونہ ہے۔ اور محمّدی کا کہتے تھے کہ ”یہ مدونہ علم میں وہی درجہ رکھتی ہے جو نماز میں ام القرآن کا ہے۔ نماز میں اس کے علاوہ دوسری صورتیں پڑھنے کی اجازت ہو لیکن اس کے بغیر کوئی نماز جائز نہیں ہوتی“۔ اس لیے علم کی تکمیل مدونہ کے بغیر ممکن نہیں۔ مدونہ کے ساتھ دوسری کتابیں بھی پڑھی جاسکتی ہیں۔“

پھر ابن فرحون اسدیہ کے متعلق لکھتے ہیں:-

”لوگوں نے اس میں اپنی خوب طبع آزمائیاں کی ہیں، خرمیں بھی ہیں اور اس کی دشمنیوں کی ہیں۔ مگر کوئی شخص نہیں ہے جس نے اس مدونہ پر ضرر رسد کیا ہو اور اس کا درس نہ لیا ہو اور پھر وہ اسد کے زہد و تقویٰ کا کامل نہ ہو ہو۔“

اسد کا مذہب فقہ میں

الاسدیہ سے متعلق اس واقعہ کے بعد اسد نے اپنے فتروں میں دوسری روش اختیار کی، یعنی بعض مسائل خصوصاً معاملات میں وہ فقہ حنفی کے مطابق فتویٰ دینے لگے، پھر عہدہ قضا پر مامور ہونے کے بعد تو تقریباً تمام معاملات کے فیصلے فقہ حنفی کی روش سے کرتے تھے، کیونکہ ایک طرف ان کے نسخہ کے مسائل امام حنفی کے نسخہ سے مقابلہ نہ کرنے کے باعث کلیتہً مشتبہ ہو گئے تھے۔ اس کے علاوہ مسائل معاملات میں جس قدر جزئیات دولت عباسیہ کی سرپرستی کی وجہ سے فقہ حنفی میں منضبط ہو گئے تھے، وہ الاسدیہ میں موجود نہ تھے۔ چنانچہ ابو القاسم زیلو بن یونس سیوری کا بیان ہے۔

واسد نے ابن قاسم کے خط کو قبول نہیں کیا۔ اور اپنی کتاب الاسدیہ پر افتاد

کئے رہے۔ پھر اہل عراق و احناف کے مذہب کی اشاعت کرنے لگے۔

(عالم جلد ۲ ص ۲۸)

اس طریقہ سے اسد افریقہ میں فقہ حنفی کے سب سے بڑے طبردار بن گئے۔ اور یہ فقہ
ایکبروں کو ناگزیر گذرا۔ اور ان کے خلاف مختلف اقوامیں پھیلائیں۔ جن میں ایک یہ بھی تھی کہ انھیں امام
مالک سے شرفِ مکتبہ حاصل نہیں ہوا۔ اس کا اندازہ مقدسی (رحمۃ اللہ علیہ) صاحب احسن التقاسیم کی
ایک روایت سے جوتا ہے جسے کسی افریقی سے سن کر اس نے اپنی کتاب میں جگہ دے دی۔ وہ مکتبہ
"میں نے (بعض اہل افریقہ سے) سوال کیا کہ تمہارے یہاں امام ابو حنیفہ کا

مذہب کیونکر پھیلا، حالانکہ وہ بغداد سے راستہ میں نہیں ہے تو انھوں نے جواب دیا:

۱۔ ہمارے یہاں سے وہب بن وہب مالک کے یہاں سے فقہ و فکرِ علم میں ماہر

ہو کر واپس آئے تو اسد بن عبد اللہ قلات پر ان کی جلالتِ شان اور کبر نفس کی وجہ سے

یہ شقاق گذرا کہ وہ وہب کے سامنے دس کے بیسے زانوئے لوب نہ کریں۔ اس لیے

انھوں نے براہِ راست امام مالک کی طرف رخ کیا۔ لیکن وہ اس زمانہ میں بیاتھے

جب انھیں منہرے ہوئے کچھ راز گذر گیا تو امام مالک سے صاحبِ فراش رہے تو

انھوں نے اسد سے فرمایا کہ "تم وہب کے پاس چلے جاؤ۔ میں نے لوگوں کو

سفر کی تکلیفوں سے بچانے کے لیے انھیں اپنا تمام علم وہ نصیحت کر دیا ہے"

امام مالک کا یہ ارشاد اسد پر اور زیادہ گراں گذرا۔ اور وہ امام مالک سے

واپس ہو کر کسی ایسے شخص کی جستجو میں لگے جو علمی وقاد میں ان کے ہم پل ہو۔ لوگوں

امام محمد صاحب ابی حنیفہ کا نام بتایا۔

۲۔ چنانچہ وہ امام محمد کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انھوں نے ان کا خیر مقدم کیا اور

بڑی توجہ سے پیش آئے۔ اور ان کی ذہانت، ذکاوت اور تحصیلِ علم کے شوق سے

متاثر ہو کر بڑی جانفشانی سے علم فقہ پڑھایا۔

۳ حسب اسد کی طبعی استعداد و تامل طہینان ہو گئی تو امام محمد نے انہیں حنفی مذہب کا طریقہ و رہنما کر مغرب کی طرف بھیجا۔ جہاں پہنچ کر انہوں نے وہیں مقیم ہو کر سلسلہ جاری کیا۔ اور مغرب میں فقہ حنفی کے لیے بہت عرصہ زمین تیار کر دی، لوگ فروخت میں ان کی محنتوں کا ثمرہ دیکھ کر حیرت کرتے اور وہ ایسے دقیق مسائل بیان کرتے جنہیں لوگوں نے کبھی سنا نہ تھا۔ تلافی کی ٹیڑھی جانت حلقہ بگوش ہو گئی اور انہیں تلافی نے مغرب کے گوشہ گوشہ میں پہنچ کر اس مذہب کی ایسی ترویج کی کہ وہ مغرب کے تمام افق پر چھا گیا؟

یہ کسی ایسی افریقہ کا بیان ہے، اس میں اسد کے مدینہ اور عراق کے سیفر کے متعلق جو باتیں ہیں وہ قطعی جملہ ہیں۔ اس کے صحیح حالات اس سے پہلے مستند روایتوں سے گذر چکے ہیں۔ پھر وہ بن وہب کے متعلق جو کچھ لکھا ہے وہ امام مالک کی وفات کے بعد کا واقعہ ہے۔ ورنہ وہ جب جو اسد کے مدینہ کے قیام کے زمانہ میں وہیں موجود تھے، اس روایت میں امام مالک سے موطا پڑھنے سے بھی انکار کیا گیا ہے۔ حالانکہ ان روایتوں کے علاوہ جو اوپر گذریں، قاضی اسد نے بھی اس فہرست میں اسد کا نام رکھا ہے جنہوں نے امام مالک کی موطا پڑھی تھی۔

دوسرے پارہ دیکھیں، امین داؤد کا جو بیان درج ہے، اس میں یہ واقعہ صحیح نہیں کہ امام محمد نے انہیں مذہب حنفی کا طریقہ و رہنما کر افریقہ بھیجا۔ اگر ایسا ہوتا تو وہ مصر میں ٹھہر کر عبدالرحمن بن قاسم سے الاسدیہ مرتب ذکر کرتے۔

اس قسم کی روایتوں کی بنیاد پر یہ شہرت بھی ہو گئی کہ اسد نے ایسی مذہب ترک کر کے حنفی مذہب قبول کر لیا۔ لیکن جہانگیر روایت و قیاسات سے اسے دیکھا جاسکتا ہے، اس کی تائید نہیں ہوتی۔ اسد کے مذہب کے متعلق سب سے بہتر روایت جعفر القسری کی ہے۔ وہ لکھتا ہے :-

کان اسد اماما العراقین اسد قردان میں احناف کے امام تھے۔ علم بفضل
بالفقہ وان کا فہم شہوراً اور مدینہ میں شہرت نام رکھتے تھے اور ان کا

بالفضل والذین ودینہ دین و مذہب منت تھا۔

ومن ھبہ السنۃ

اس بیان کا آخری فقرہ "دینہ ومن ھبہ السنۃ" سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی وسعت نظر اور اجتہاد کے ساتھ سنت پر عمل کرتے تھے اور جہاں تک افتاد کا تعلق تھا، وہ فقہ حنفی کے مطابق دیتے تھے۔ تاہم اہل علم نے انھیں ہر دور میں مالکی مذہب کا پیرو سمجھا، چنانچہ مالکی مذہب کے فقہاء کے حالات میں منبغات کی جو کتابیں مختلف زبانوں میں لکھی گئیں، ان میں مالکی فقیہ کی حیثیت سے اسد کا نام موجود ہے۔ برخلاف اس کے فقہائے احناف کے طبقات کی کتابوں کا پھر المفید وغیرہ میں اسد کا نام موجود نہیں۔ اور ان کے دور میں مالکی مذہب کے طلبہ بھی بہ کثرت موجود رہتے تھے۔

اسد قاضی القضاۃ کے عہد پر

جس زمانہ میں اسد افریقہ واپس آئے، قزوآن کے عہد قضا پر جسے قاضی القضاۃ کہنا چاہیئے عبداللہ بن فائز فائز تھے، وہ اسد کے قزوآن اور ان کے علم و فضل کے مستوف تھے۔ جب تک زندہ رہے، مسائل و معاملات میں ان سے مشورہ لیتے رہے۔ (معالم جلد ۲ ص ۱۱۱)

ان کی وفات کے بعد افریقہ میں ایک دوسرے اہل علم ابو محمد اس عہد پر سرفراز کئے گئے۔ پھر افریقہ کے شہر علماء نے اسد کو اس عہد پر سرفراز کرنا چاہا، چنانچہ علی بن حید نے زیادۃ اللہ کے سامنے اسد کی علمی مرتبت فضل و کمال اور شہرت کا تذکرہ کر کے اس خواہش کا اظہار بھی کیا، لیکن ابو محمد کو دولت اعلیٰ کے بانی ابراہیم بن اغلب نے اس عہد پر مقرر کیا تھا، اس لئے زیادۃ اللہ نے انھیں معزول کرنا مناسب نہ سمجھا اور اس کی یہ دوسری شکل اختیار کی کہ اسد کو مکتبہ میں اس عہد میں مساوی حیثیت سے ابو محمد کا شریک بنادیا۔

یہ اسلامی حکومت میں پہلی مثال تھی کہ ایک ہی عہد پر ایک ہی حیثیت اور اختیار کے ساتھ دو شخص باہم رکھے جائیں۔

اسد کا یہ فقرہ ابو محرز کو قدرتنا ناگوار گذرا، علاوہ انہیں ان دونوں میں کسی قدر علمی چشمک موجود تھی اب وہ معاصرانہ چشمک اور زیادہ تیز ہو گئی۔ اور باہمی مبالغہ کے جذبات پیدا ہو گئے اور کبھی مناظرہ مجاہدانہ تک نہایت پہنچ جاتی۔ ان دونوں کی چشمکوں کے ایک سے زیادہ واقعات صحابہ معلم و غیرہ نے تفصیل سے لکھے ہیں، اور دونوں کے علم و فضل کا موازنہ کیا ہے۔ صاحب معلم کی رائے ہے

علمہ ابو محرز سے علم و فضل میں زیادہ تھے۔ اور انھیں فقرہ زیادہ عبور حاصل تھا اور ابو محرز اگرچہ اسد سے علم و فقرہ میں کم پایہ تھے، مگر بعض اوقات مسائل کے جواب میں اچانک ان کے ساتھ مبالغہ تھا۔

اس کے بعد ۳۱۹ھ میں منصور طبعی زندگی سے زیادہ اللہ کے خلاف خروج کیا، اور دارالسلطنت قہرمان پر قابض ہو گیا۔ منصور کے مستقبل ہونے کے بعد قاضی ابو محرز اور قاضی اسد دونوں اس کے پاس پہنچے۔ اس کی مجلس میں سلطنت کے امیامان، اور فرج کے ممتاز قاضین موجود تھے۔ منصور نے ان کے عمدہ قضا کی مناسبت سے ان دونوں کے سامنے زیادہ اللہ کے مظالم بیان کئے، اور دونوں کی رائے طلب کی ابو محرز نے موقع و محل سے ٹانف ہو کر اس کے بیان کی تائید کر دی، لیکن قاضی اسد نے صاف گوئی سے کام لیا، اور نہ صرف یہ کہ منصور کے بیان کی تردید کی، بلکہ اسے ظالم ٹھہرایا۔ یہ سن کر ایک فوجی افسر تلوار صوبت کر اسد کے سر پر کھڑا ہو گیا، مگر معاملہ فوراً رافع وضع ہو گیا۔ اس کے بعد یہ دونوں لوٹ آئے اور مخالف رہے کہ پھر کوئی ناگوار صورت پیش نہ آجائے۔

زیادہ اللہ نے ۳۲۰ھ میں منصور پر غلبہ حاصل کر لیا۔ اور قہرمان پر قابض ہو گیا۔ منصور کے دوبارہ ابو محرز اور قاضی اسد کی جو گفتگو ہوئی تھی، وہ امیر زیادہ اللہ کے کانوں تک پہنچ چکی تھی۔ اسی بنا پر زیادہ اللہ نے دوبارہ امیر اراصل کرنے کے بعد ابو محرز کو عمدہ قضا سے معزول کر دیا۔ اور قاضی اسد اپنے مکان پر فائز رہے۔ اب وہ افریقہ کے تنہا قاضی القضاۃ تھے۔

افریقہ کے اعیان و علماء قاضی اسد کے عمدہ قضا کا احترام اور لحاظ اس کے شایان شان کرتے

عالم اور مجاہد

قاضی اسد بن فرات افریقیہ کے نہایت ممتاز اہل علم اور امام مالکؒ، تاحسی البربر صنفؒ اور امام محمدؒ وغیرہ جیسے مشاہیر محدثین و فقہاء کے ارشد تلامذہ میں تھے، فقہ مالکی کی مستند ترین کتاب البدونہ کا اصل متن ان ہی کی تصنیف تھا وہ افریقیہ کے عہدہ قاضی القضاء پر فائز تھے۔

منصب امارت

جب قاضی اسد کو اپنے عہدہ امارت مقننہ کی خبر ملی، انھیں اس کے قبول کرنے میں کسی قدر پس و پیش ہوا، کیونکہ انھوں نے مسند قضا کو چھوڑ کر ملک کی ولایت اور فروج کی امارت کو پسند نہیں کیا۔ اس لئے والی افریقیہ زیادۃ اللہ کو مخاطب کر کے کہا۔

”جے منصب قضا“ جے دینی منصب سے الگ کر کے فوج کی امارت

سہو کی جاتی ہے۔“

زیادۃ اللہ نے ان الفاظ میں جواب دیا

”تم عہدہ قضا پر ہی فائز ہو، اور لشکر کی امارت بھی تمہارے سپرد کی جاتی ہے جو اپنے

اعزاز اور تہمتیں عہدہ قضا سے زیادہ بلند ہے، میں تمہارے لئے قضا کا انصاف

بھی باقی رکھنا ہوا اور تیس سالہ عمر سے خطاب کیا جاتا ہے۔

اس کے بعد زیادہ اللہ نے عمدہ ادارت فوج و منصب تضاکی سندھ کے راسد کے حوالہ کی اور اس موقع پر اسد کے سوانح نگار مخدوم لکھتے ہیں کہ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ افریقہ میں اس سے پیشتر ان دو جلیل القدر عہدوں پر کوئی شخص ایک وقت فائز نہیں ہوا تھا۔

لشکر کی روانگی اور معززین ایمان شہر کی مشالیت

اس کے بعد زیادہ اللہ نے افریقہ کے ساحلی شہر سوسہ کی طرف لشکر کی روانگی کا حکم دیا اس کے ساتھ معززین شہر اور تمام ارکان حکومت میں یہ اعلان کر دیا گیا کہ ان میں کا ہر شخص امیر فوج کی مشالیت کے لیے لشکر کے ساتھ ساتھ سوسہ تک جائے۔ چنانچہ یہ عظیم لشکر ٹپکے کروڑوں رساہ و سامان سے قندھار روانہ ہوا۔ اور امیر فوج کی مشالیت کے لیے قیروان کے اعیان معززین اور اہل علم کی ایک بڑی جماعت فوج کے ہمراہ ہوئی۔ اور پھر فرمان شاہی کی کاپی دہری کے لیے ارکان حکومت میں سے ہر شخص امیر لشکر کے ہمراہ تھا اور عام باشندگان کا ایک بڑا جمعیہ بھی پوشش و خروش سے فخر سے لگتا ہوا ساتھ ساتھ چار ہاتھا۔ یہاں تک کہ دس ہزار سپاہیوں کا یہ چیدہ لشکر اسی مرتبہ جلوں کی شکل میں سوسہ پہنچا۔

لشکر کی روانگی

جب جہازوں کے لنگر اٹھانے کا وقت آیا تو جوش و خروش کا ایک عجیب عالم پیدا ہو گیا۔ فوجی باجے بجنے لگے۔ جہازوں کے پیر پیرے کھول دیئے گئے۔ جو ہوا میں اڑنے لگے۔ دس ہزار سر بکف جہاز مجاہدین عزم و شان کے ساتھ عرشہ جہاز پر کھڑے اپنی آہستہ آہستہ کو بار بار جنبش دیتے

میں۔ ساحل پر امرادو اعلیٰ حکومت اپنے ذوق برق مہوسات میں ایستادہ کھڑے ہیں۔ اور عوام کا
انہو کیڑے تلک شگاف غمے مار رہا ہے اور فوج عقلی کی دعا بار بار زبانوں پر آرہی ہے۔ خیر کو نشانہ
نکالوں کے سامنے تھا کہ اسی جوش و خروش کے عالم میں امیر فوج عرشہ کے سامنے آیا۔ ایک الوداعی
تقریر کی جو فخر و غرور اور شان و شوکت کے انہار کے بجائے عجز و نیاز اور ہند و نشانج سے پھر نہ تھی۔
اس تقریر کا ایک حصہ بعض مروجین نے نقل کیا ہے جس میں حمد و ثنا کے بعد یہ الفاظ ہیں:-

”یا مہمنا اس امیرے آباد اجداد آج تک کسی والی مفقود نہیں ہوئے۔ انہیں
کبھی بھی یہ سرفروزی غضب نہیں ہوئی اور میں بھی اس منصب جلیل پر فائز نہ کیا
جاتا۔ اگر علم کو اپنا زور نہ بناتا، اس لیے علم کی تحصیل و تدوین میں سعی و کوشش
کرو، کسی میں ہانفتاشی کرو، اور اسی کے پور ہو، اس راہ میں مصائب و مشکلات
کا سامنا ہو سکتا ہے۔ جنہیں ہلکان نہ ہونا چاہیے۔ مراد و مقابلہ کرو، اسی سے
تم دین، دنیا و دلوں میں سر بلند ہو سکتے ہو۔“

الوداعی تقریر کے بعد جہازوں نے فکر اٹھایا اور یوم شنبہ ۱۸ ربیع الاول ۱۳۲۵ھ سے ۱۹
یہ اسلامی بیڑا عقلیہ کو دارالسلام بنانے کے لیے روانہ ہو گیا۔

ساحل عقلیہ رفوج کی آمد اور مازرہ بریل مزاحمت قبضہ

اب تک افریقہ سے جس قدر اسلامی بیڑے جاتے تھے، وہ زیادہ تر دارالحکومت سر قوس پر
حملہ آور ہوتے تھے، اسد نے یہ پامال راستہ اختیار نہیں کیا۔ اور اپنی حکمت سے ایک ایسے شہر کا
رخ کیا، جو بلانزاحت قبضہ میں آگیا۔ چنانچہ اسلامی بیڑا سور سے تین دن کا راستہ طے کر کے یوم
۱۸ ربیع الاول ۱۳۲۵ھ مطابق ۱۳ جون ۱۹۰۶ء کو ساحل شہر میں مازرہ انگر انداز ہو گیا۔

لے تاریخ عقلیہ جوالد اسلام ایمان جلد ۵ صفحہ ۱۰۱ و ۱۰۲ و ۱۰۳ و ۱۰۴ و ۱۰۵ و ۱۰۶ و ۱۰۷ و ۱۰۸ و ۱۰۹ و ۱۱۰ و ۱۱۱ و ۱۱۲ و ۱۱۳ و ۱۱۴ و ۱۱۵ و ۱۱۶ و ۱۱۷ و ۱۱۸ و ۱۱۹ و ۱۲۰ و ۱۲۱ و ۱۲۲ و ۱۲۳ و ۱۲۴ و ۱۲۵ و ۱۲۶ و ۱۲۷ و ۱۲۸ و ۱۲۹ و ۱۳۰ و ۱۳۱ و ۱۳۲ و ۱۳۳ و ۱۳۴ و ۱۳۵ و ۱۳۶ و ۱۳۷ و ۱۳۸ و ۱۳۹ و ۱۴۰ و ۱۴۱ و ۱۴۲ و ۱۴۳ و ۱۴۴ و ۱۴۵ و ۱۴۶ و ۱۴۷ و ۱۴۸ و ۱۴۹ و ۱۵۰ و ۱۵۱ و ۱۵۲ و ۱۵۳ و ۱۵۴ و ۱۵۵ و ۱۵۶ و ۱۵۷ و ۱۵۸ و ۱۵۹ و ۱۶۰ و ۱۶۱ و ۱۶۲ و ۱۶۳ و ۱۶۴ و ۱۶۵ و ۱۶۶ و ۱۶۷ و ۱۶۸ و ۱۶۹ و ۱۷۰ و ۱۷۱ و ۱۷۲ و ۱۷۳ و ۱۷۴ و ۱۷۵ و ۱۷۶ و ۱۷۷ و ۱۷۸ و ۱۷۹ و ۱۸۰ و ۱۸۱ و ۱۸۲ و ۱۸۳ و ۱۸۴ و ۱۸۵ و ۱۸۶ و ۱۸۷ و ۱۸۸ و ۱۸۹ و ۱۹۰ و ۱۹۱ و ۱۹۲ و ۱۹۳ و ۱۹۴ و ۱۹۵ و ۱۹۶ و ۱۹۷ و ۱۹۸ و ۱۹۹ و ۲۰۰ و ۲۰۱ و ۲۰۲ و ۲۰۳ و ۲۰۴ و ۲۰۵ و ۲۰۶ و ۲۰۷ و ۲۰۸ و ۲۰۹ و ۲۱۰ و ۲۱۱ و ۲۱۲ و ۲۱۳ و ۲۱۴ و ۲۱۵ و ۲۱۶ و ۲۱۷ و ۲۱۸ و ۲۱۹ و ۲۲۰ و ۲۲۱ و ۲۲۲ و ۲۲۳ و ۲۲۴ و ۲۲۵ و ۲۲۶ و ۲۲۷ و ۲۲۸ و ۲۲۹ و ۲۳۰ و ۲۳۱ و ۲۳۲ و ۲۳۳ و ۲۳۴ و ۲۳۵ و ۲۳۶ و ۲۳۷ و ۲۳۸ و ۲۳۹ و ۲۴۰ و ۲۴۱ و ۲۴۲ و ۲۴۳ و ۲۴۴ و ۲۴۵ و ۲۴۶ و ۲۴۷ و ۲۴۸ و ۲۴۹ و ۲۵۰ و ۲۵۱ و ۲۵۲ و ۲۵۳ و ۲۵۴ و ۲۵۵ و ۲۵۶ و ۲۵۷ و ۲۵۸ و ۲۵۹ و ۲۶۰ و ۲۶۱ و ۲۶۲ و ۲۶۳ و ۲۶۴ و ۲۶۵ و ۲۶۶ و ۲۶۷ و ۲۶۸ و ۲۶۹ و ۲۷۰ و ۲۷۱ و ۲۷۲ و ۲۷۳ و ۲۷۴ و ۲۷۵ و ۲۷۶ و ۲۷۷ و ۲۷۸ و ۲۷۹ و ۲۸۰ و ۲۸۱ و ۲۸۲ و ۲۸۳ و ۲۸۴ و ۲۸۵ و ۲۸۶ و ۲۸۷ و ۲۸۸ و ۲۸۹ و ۲۹۰ و ۲۹۱ و ۲۹۲ و ۲۹۳ و ۲۹۴ و ۲۹۵ و ۲۹۶ و ۲۹۷ و ۲۹۸ و ۲۹۹ و ۳۰۰ و ۳۰۱ و ۳۰۲ و ۳۰۳ و ۳۰۴ و ۳۰۵ و ۳۰۶ و ۳۰۷ و ۳۰۸ و ۳۰۹ و ۳۱۰ و ۳۱۱ و ۳۱۲ و ۳۱۳ و ۳۱۴ و ۳۱۵ و ۳۱۶ و ۳۱۷ و ۳۱۸ و ۳۱۹ و ۳۲۰ و ۳۲۱ و ۳۲۲ و ۳۲۳ و ۳۲۴ و ۳۲۵ و ۳۲۶ و ۳۲۷ و ۳۲۸ و ۳۲۹ و ۳۳۰ و ۳۳۱ و ۳۳۲ و ۳۳۳ و ۳۳۴ و ۳۳۵ و ۳۳۶ و ۳۳۷ و ۳۳۸ و ۳۳۹ و ۳۴۰ و ۳۴۱ و ۳۴۲ و ۳۴۳ و ۳۴۴ و ۳۴۵ و ۳۴۶ و ۳۴۷ و ۳۴۸ و ۳۴۹ و ۳۵۰ و ۳۵۱ و ۳۵۲ و ۳۵۳ و ۳۵۴ و ۳۵۵ و ۳۵۶ و ۳۵۷ و ۳۵۸ و ۳۵۹ و ۳۶۰ و ۳۶۱ و ۳۶۲ و ۳۶۳ و ۳۶۴ و ۳۶۵ و ۳۶۶ و ۳۶۷ و ۳۶۸ و ۳۶۹ و ۳۷۰ و ۳۷۱ و ۳۷۲ و ۳۷۳ و ۳۷۴ و ۳۷۵ و ۳۷۶ و ۳۷۷ و ۳۷۸ و ۳۷۹ و ۳۸۰ و ۳۸۱ و ۳۸۲ و ۳۸۳ و ۳۸۴ و ۳۸۵ و ۳۸۶ و ۳۸۷ و ۳۸۸ و ۳۸۹ و ۳۹۰ و ۳۹۱ و ۳۹۲ و ۳۹۳ و ۳۹۴ و ۳۹۵ و ۳۹۶ و ۳۹۷ و ۳۹۸ و ۳۹۹ و ۴۰۰ و ۴۰۱ و ۴۰۲ و ۴۰۳ و ۴۰۴ و ۴۰۵ و ۴۰۶ و ۴۰۷ و ۴۰۸ و ۴۰۹ و ۴۱۰ و ۴۱۱ و ۴۱۲ و ۴۱۳ و ۴۱۴ و ۴۱۵ و ۴۱۶ و ۴۱۷ و ۴۱۸ و ۴۱۹ و ۴۲۰ و ۴۲۱ و ۴۲۲ و ۴۲۳ و ۴۲۴ و ۴۲۵ و ۴۲۶ و ۴۲۷ و ۴۲۸ و ۴۲۹ و ۴۳۰ و ۴۳۱ و ۴۳۲ و ۴۳۳ و ۴۳۴ و ۴۳۵ و ۴۳۶ و ۴۳۷ و ۴۳۸ و ۴۳۹ و ۴۴۰ و ۴۴۱ و ۴۴۲ و ۴۴۳ و ۴۴۴ و ۴۴۵ و ۴۴۶ و ۴۴۷ و ۴۴۸ و ۴۴۹ و ۴۵۰ و ۴۵۱ و ۴۵۲ و ۴۵۳ و ۴۵۴ و ۴۵۵ و ۴۵۶ و ۴۵۷ و ۴۵۸ و ۴۵۹ و ۴۶۰ و ۴۶۱ و ۴۶۲ و ۴۶۳ و ۴۶۴ و ۴۶۵ و ۴۶۶ و ۴۶۷ و ۴۶۸ و ۴۶۹ و ۴۷۰ و ۴۷۱ و ۴۷۲ و ۴۷۳ و ۴۷۴ و ۴۷۵ و ۴۷۶ و ۴۷۷ و ۴۷۸ و ۴۷۹ و ۴۸۰ و ۴۸۱ و ۴۸۲ و ۴۸۳ و ۴۸۴ و ۴۸۵ و ۴۸۶ و ۴۸۷ و ۴۸۸ و ۴۸۹ و ۴۹۰ و ۴۹۱ و ۴۹۲ و ۴۹۳ و ۴۹۴ و ۴۹۵ و ۴۹۶ و ۴۹۷ و ۴۹۸ و ۴۹۹ و ۵۰۰ و ۵۰۱ و ۵۰۲ و ۵۰۳ و ۵۰۴ و ۵۰۵ و ۵۰۶ و ۵۰۷ و ۵۰۸ و ۵۰۹ و ۵۱۰ و ۵۱۱ و ۵۱۲ و ۵۱۳ و ۵۱۴ و ۵۱۵ و ۵۱۶ و ۵۱۷ و ۵۱۸ و ۵۱۹ و ۵۲۰ و ۵۲۱ و ۵۲۲ و ۵۲۳ و ۵۲۴ و ۵۲۵ و ۵۲۶ و ۵۲۷ و ۵۲۸ و ۵۲۹ و ۵۳۰ و ۵۳۱ و ۵۳۲ و ۵۳۳ و ۵۳۴ و ۵۳۵ و ۵۳۶ و ۵۳۷ و ۵۳۸ و ۵۳۹ و ۵۴۰ و ۵۴۱ و ۵۴۲ و ۵۴۳ و ۵۴۴ و ۵۴۵ و ۵۴۶ و ۵۴۷ و ۵۴۸ و ۵۴۹ و ۵۵۰ و ۵۵۱ و ۵۵۲ و ۵۵۳ و ۵۵۴ و ۵۵۵ و ۵۵۶ و ۵۵۷ و ۵۵۸ و ۵۵۹ و ۵۶۰ و ۵۶۱ و ۵۶۲ و ۵۶۳ و ۵۶۴ و ۵۶۵ و ۵۶۶ و ۵۶۷ و ۵۶۸ و ۵۶۹ و ۵۷۰ و ۵۷۱ و ۵۷۲ و ۵۷۳ و ۵۷۴ و ۵۷۵ و ۵۷۶ و ۵۷۷ و ۵۷۸ و ۵۷۹ و ۵۸۰ و ۵۸۱ و ۵۸۲ و ۵۸۳ و ۵۸۴ و ۵۸۵ و ۵۸۶ و ۵۸۷ و ۵۸۸ و ۵۸۹ و ۵۹۰ و ۵۹۱ و ۵۹۲ و ۵۹۳ و ۵۹۴ و ۵۹۵ و ۵۹۶ و ۵۹۷ و ۵۹۸ و ۵۹۹ و ۶۰۰ و ۶۰۱ و ۶۰۲ و ۶۰۳ و ۶۰۴ و ۶۰۵ و ۶۰۶ و ۶۰۷ و ۶۰۸ و ۶۰۹ و ۶۱۰ و ۶۱۱ و ۶۱۲ و ۶۱۳ و ۶۱۴ و ۶۱۵ و ۶۱۶ و ۶۱۷ و ۶۱۸ و ۶۱۹ و ۶۲۰ و ۶۲۱ و ۶۲۲ و ۶۲۳ و ۶۲۴ و ۶۲۵ و ۶۲۶ و ۶۲۷ و ۶۲۸ و ۶۲۹ و ۶۳۰ و ۶۳۱ و ۶۳۲ و ۶۳۳ و ۶۳۴ و ۶۳۵ و ۶۳۶ و ۶۳۷ و ۶۳۸ و ۶۳۹ و ۶۴۰ و ۶۴۱ و ۶۴۲ و ۶۴۳ و ۶۴۴ و ۶۴۵ و ۶۴۶ و ۶۴۷ و ۶۴۸ و ۶۴۹ و ۶۵۰ و ۶۵۱ و ۶۵۲ و ۶۵۳ و ۶۵۴ و ۶۵۵ و ۶۵۶ و ۶۵۷ و ۶۵۸ و ۶۵۹ و ۶۶۰ و ۶۶۱ و ۶۶۲ و ۶۶۳ و ۶۶۴ و ۶۶۵ و ۶۶۶ و ۶۶۷ و ۶۶۸ و ۶۶۹ و ۶۷۰ و ۶۷۱ و ۶۷۲ و ۶۷۳ و ۶۷۴ و ۶۷۵ و ۶۷۶ و ۶۷۷ و ۶۷۸ و ۶۷۹ و ۶۸۰ و ۶۸۱ و ۶۸۲ و ۶۸۳ و ۶۸۴ و ۶۸۵ و ۶۸۶ و ۶۸۷ و ۶۸۸ و ۶۸۹ و ۶۹۰ و ۶۹۱ و ۶۹۲ و ۶۹۳ و ۶۹۴ و ۶۹۵ و ۶۹۶ و ۶۹۷ و ۶۹۸ و ۶۹۹ و ۷۰۰ و ۷۰۱ و ۷۰۲ و ۷۰۳ و ۷۰۴ و ۷۰۵ و ۷۰۶ و ۷۰۷ و ۷۰۸ و ۷۰۹ و ۷۱۰ و ۷۱۱ و ۷۱۲ و ۷۱۳ و ۷۱۴ و ۷۱۵ و ۷۱۶ و ۷۱۷ و ۷۱۸ و ۷۱۹ و ۷۲۰ و ۷۲۱ و ۷۲۲ و ۷۲۳ و ۷۲۴ و ۷۲۵ و ۷۲۶ و ۷۲۷ و ۷۲۸ و ۷۲۹ و ۷۳۰ و ۷۳۱ و ۷۳۲ و ۷۳۳ و ۷۳۴ و ۷۳۵ و ۷۳۶ و ۷۳۷ و ۷۳۸ و ۷۳۹ و ۷۴۰ و ۷۴۱ و ۷۴۲ و ۷۴۳ و ۷۴۴ و ۷۴۵ و ۷۴۶ و ۷۴۷ و ۷۴۸ و ۷۴۹ و ۷۵۰ و ۷۵۱ و ۷۵۲ و ۷۵۳ و ۷۵۴ و ۷۵۵ و ۷۵۶ و ۷۵۷ و ۷۵۸ و ۷۵۹ و ۷۶۰ و ۷۶۱ و ۷۶۲ و ۷۶۳ و ۷۶۴ و ۷۶۵ و ۷۶۶ و ۷۶۷ و ۷۶۸ و ۷۶۹ و ۷۷۰ و ۷۷۱ و ۷۷۲ و ۷۷۳ و ۷۷۴ و ۷۷۵ و ۷۷۶ و ۷۷۷ و ۷۷۸ و ۷۷۹ و ۷۸۰ و ۷۸۱ و ۷۸۲ و ۷۸۳ و ۷۸۴ و ۷۸۵ و ۷۸۶ و ۷۸۷ و ۷۸۸ و ۷۸۹ و ۷۹۰ و ۷۹۱ و ۷۹۲ و ۷۹۳ و ۷۹۴ و ۷۹۵ و ۷۹۶ و ۷۹۷ و ۷۹۸ و ۷۹۹ و ۸۰۰ و ۸۰۱ و ۸۰۲ و ۸۰۳ و ۸۰۴ و ۸۰۵ و ۸۰۶ و ۸۰۷ و ۸۰۸ و ۸۰۹ و ۸۱۰ و ۸۱۱ و ۸۱۲ و ۸۱۳ و ۸۱۴ و ۸۱۵ و ۸۱۶ و ۸۱۷ و ۸۱۸ و ۸۱۹ و ۸۲۰ و ۸۲۱ و ۸۲۲ و ۸۲۳ و ۸۲۴ و ۸۲۵ و ۸۲۶ و ۸۲۷ و ۸۲۸ و ۸۲۹ و ۸۳۰ و ۸۳۱ و ۸۳۲ و ۸۳۳ و ۸۳۴ و ۸۳۵ و ۸۳۶ و ۸۳۷ و ۸۳۸ و ۸۳۹ و ۸۴۰ و ۸۴۱ و ۸۴۲ و ۸۴۳ و ۸۴۴ و ۸۴۵ و ۸۴۶ و ۸۴۷ و ۸۴۸ و ۸۴۹ و ۸۵۰ و ۸۵۱ و ۸۵۲ و ۸۵۳ و ۸۵۴ و ۸۵۵ و ۸۵۶ و ۸۵۷ و ۸۵۸ و ۸۵۹ و ۸۶۰ و ۸۶۱ و ۸۶۲ و ۸۶۳ و ۸۶۴ و ۸۶۵ و ۸۶۶ و ۸۶۷ و ۸۶۸ و ۸۶۹ و ۸۷۰ و ۸۷۱ و ۸۷۲ و ۸۷۳ و ۸۷۴ و ۸۷۵ و ۸۷۶ و ۸۷۷ و ۸۷۸ و ۸۷۹ و ۸۸۰ و ۸۸۱ و ۸۸۲ و ۸۸۳ و ۸۸۴ و ۸۸۵ و ۸۸۶ و ۸۸۷ و ۸۸۸ و ۸۸۹ و ۸۹۰ و ۸۹۱ و ۸۹۲ و ۸۹۳ و ۸۹۴ و ۸۹۵ و ۸۹۶ و ۸۹۷ و ۸۹۸ و ۸۹۹ و ۹۰۰ و ۹۰۱ و ۹۰۲ و ۹۰۳ و ۹۰۴ و ۹۰۵ و ۹۰۶ و ۹۰۷ و ۹۰۸ و ۹۰۹ و ۹۱۰ و ۹۱۱ و ۹۱۲ و ۹۱۳ و ۹۱۴ و ۹۱۵ و ۹۱۶ و ۹۱۷ و ۹۱۸ و ۹۱۹ و ۹۲۰ و ۹۲۱ و ۹۲۲ و ۹۲۳ و ۹۲۴ و ۹۲۵ و ۹۲۶ و ۹۲۷ و ۹۲۸ و ۹۲۹ و ۹۳۰ و ۹۳۱ و ۹۳۲ و ۹۳۳ و ۹۳۴ و ۹۳۵ و ۹۳۶ و ۹۳۷ و ۹۳۸ و ۹۳۹ و ۹۴۰ و ۹۴۱ و ۹۴۲ و ۹۴۳ و ۹۴۴ و ۹۴۵ و ۹۴۶ و ۹۴۷ و ۹۴۸ و ۹۴۹ و ۹۵۰ و ۹۵۱ و ۹۵۲ و ۹۵۳ و ۹۵۴ و ۹۵۵ و ۹۵۶ و ۹۵۷ و ۹۵۸ و ۹۵۹ و ۹۶۰ و ۹۶۱ و ۹۶۲ و ۹۶۳ و ۹۶۴ و ۹۶۵ و ۹۶۶ و ۹۶۷ و ۹۶۸ و ۹۶۹ و ۹۷۰ و ۹۷۱ و ۹۷۲ و ۹۷۳ و ۹۷۴ و ۹۷۵ و ۹۷۶ و ۹۷۷ و ۹۷۸ و ۹۷۹ و ۹۸۰ و ۹۸۱ و ۹۸۲ و ۹۸۳ و ۹۸۴ و ۹۸۵ و ۹۸۶ و ۹۸۷ و ۹۸۸ و ۹۸۹ و ۹۹۰ و ۹۹۱ و ۹۹۲ و ۹۹۳ و ۹۹۴ و ۹۹۵ و ۹۹۶ و ۹۹۷ و ۹۹۸ و ۹۹۹ و ۱۰۰۰

اسلامی لشکر پورے جوش و خروش سے ساحل پر اترا اور شہر پر بغیر مزاحمت قابض ہو گیا۔ اس کے بعد اسد بن فرات نے ماذریں اپنی مورچہ بندی کی اور یہیں بیٹھ کر دشمنوں کا انتظار کرنے لگا۔ تین دن اسی انتظار میں گزر گئے۔ سامنے سے فوج کا ایک چھوٹا سا دستہ آنا دکھائی دیا۔ لوگ سمجھے کہ رومیوں کا مقدمہ الجیش آپہنچا۔ جوش و خروش سے ہتھیار شبیہال لیے اور حملہ آوری کے لیے پر تول رہے تھے کہ معلوم ہوا کہ یہ منہی کا کوئی وفادار معاون دستہ ہے۔

پیش قدمی

مجاہدین اسلام نے جتنا باندھ شوق جہاد میں تین دن ماذریں گزار دیئے، معلوم ہوا کہ رومی اس شہر کو چھوڑ کر کسی اور جگہ مورچہ جائیں گے۔ آخر اسد نے شہر کے قلعہ پر اسلامی پرچم بلند کر دیا اور انہوں کی کٹائی کو ماذرو کا گورنر مقرر کیا۔ اور یہاں اسلامی حکومت کی داغ بیل ڈال کر مزید فتوحات کے لیے پیش قدمی کی، اسلامی لشکر کو پچ کر تباہو انتقام مرج میں پہنچا اور دشمنوں کی فوج سامنے دکھائی دی اور مجاہدین بھی یہیں خیمہ زن ہو گئے۔

لیکن حکومت بیزنطی بھی اس وقت اپنے داخلی مشکلات میں گھری ہوئی تھی، شہنشاہ مائیکل کے خلاف جو قسطنطین ششم کی طرف سے شادی کے تحت حکومت پر فاسقانہ قابض ہوا تھا، جا بجا اپنا دھبہ برپا نہیں اس کے باوجود اس نے مصقلیہ کی طرف فوراً توجہ کی، اور جہاں تک خود اس کی استطاعت میں تھا، ایک رومی ڈیڑھ مرتبہ کر کے قسطنطین سے مصقلیہ روانہ کیا۔ لیکن وہ اسلامی فوج کا مقابلہ کرنے کے لیے کافی نہ تھا، اس لیے اس نے حکومت امنیس سے مدد طلب کی اور دونوں کے جہازوں کا مشترکہ ٹیرا پیسٹ میں مصقلیہ پہنچا۔ اس طریقہ سے تین تین حکومتوں، قسطنطین، امنیس اور مصقلیہ کا مشترکہ عظیم لشکر

۱۔ حمایت العرب و اسلامی مشق ۲۔ مشق احمدی، بیروت ۳۔ بیروت شامی ایپار مشق ۴۔ جہاد تاریخ عقیدہ

۵۔ ابن اثیر جلد ۶، مشق ۷ و ابن خلدون جلد ۱، مشق ۸ ۹۔ متاثرہاں بری، یادگاری، صفحہ ۱۱ جلد ۲، ۱۲

عظیم الشان لشکر اسلامی لشکر کے مقابلے کے لیے مقام مرج پر ڈیرے ڈالے ہوئے تھا۔
مرج میں ان تینوں حکومتوں کی فوج کی تعداد ایک لاکھ پچاس ہزار تھی۔ جس کی کمان
بلاط کے ہاتھ میں تھی اور اس کے مقابلہ میں اسلامی میر فوج کے پاس صرف دس ہزار سپاہی تھے۔

حقیقہ کا پسیدان

پھر اس نے اسلامی لشکر کی صف بندی کی، لوائے جنگ خود اپنے ہاتھ میں لے کر آگے بڑھے
مسلمان سپاہی ردیوں کی ٹنڈی دل فوج سے لرزہ بر اندام تھے۔ ایک طرف ڈیڑھ لاکھ فوج کا
سیلاب اُٹھ رہا تھا، اور دوسری طرف دس ہزار بے وطن سپاہی صف در صف کھڑے تھے۔ اسد کا
اس کا اندازہ ہوا تو وہ ہوا تو وہ حیرت و حوش سے سامنے آئے۔ بلند آواز سے سورۃ یسین تلاوت کی اور پھیلنے
مجاہدین کو خطاب کیا اور ایسا بر محل اور بہت افرار خطاب کیا کہ اسلامی فوج کی ہمت و شجاعت میں غیر
مصرولی اضافہ ہو گیا، اور انھیں نظر آنے لگا کہ یہ وہی لوگ ہیں جو افریقہ سے چپ چپا کر بھاگ گئے
اور مجاہدین کی تشنہ تلواریں اپنی پیاس بجھانے کے لیے اوصراہر انھیں تلاش کرتی رہیں۔ جو آج
اتفاق سے سب کے سب یک جا مل گئے ہیں۔ اس لیے آج ان تلواروں کو اپنی خون آشامیوں
کا خوب موقع ملے گا۔ اسد کے وہ بر محل چلے گئے۔

مجاہد و ایہ عامل کہو ہی ہم میں جو رو پوش ہو کر یہاں جمع ہو گئے۔ یہ تھا کہ

بھاگے ہوئے غلام ہیں ان سے کہیں غافل نہ ہونا

اسد اس فقرے کو تمام کرتے ہی لنگھاتے ہوئے آگے بڑھے، اور رجز خوانی کرتے ہوئے دیو
پر ٹوٹ پڑے۔ مجاہدین نے بھی تلواریں سنبھالیں اور فوج کے اس جنگل میں گھس گئے۔ اور گھسان

کی لڑائی ہونے لگی۔ رومیوں نے سارا زور اسد پر صرف کیا، اور انہیں پر پے در پے حملے کرتے گئے، جس کا وہ بھی یا مردی سے جواب دیتے رہے۔ اور گونہوں سے چور چور ہو گئے، مگر لڑائے جنگ ہاتھ سے نہ چھوٹا یہاں تک کہ جس ہاتھ میں جھنڈا تھا، وہ خون سے تر ہو گیا۔ مگر اسد نے اس کو سرنگوں نہ ہونے بلکہ آخر رومیوں کے پائے ثبات میں نعرش آئی، مڈی دل فوج درہم برہم ہونے لگی، اور خیر خیر کا ہجڑا کر بھاگنے لگے۔ اور صفیہ کا یہ پہلا میدان مسلمانوں کے ہاتھ آیا اور رومی فوج کا ایک کثیر حصہ کام آگیا، میدان کا زور میں بہت سے وہی پڑے دم توڑتے نظر آئے، بہت سے گرفتار ہوئے، بشیار مال غنیمت جس میں پوشیدوں اور سامان رسد کا، اور حصہ تھا، اسلامی لشکر کے ہاتھ آیا اور صفیہ کی پہلی معرکہ آرائی مسلمانوں کے لیے بطور فال نیک انجام کو پہنچی۔

اس پہلی معرکہ آرائی میں سب سے نمایاں کارنامہ خود امیر لشکر اسد کا تھا۔ میدان جنگ کا وہ نڈرہ بالانقشہ اتفاق سے اس جنگ کے ایک چشم دید راوی ابن ابی الفضل کی زبانی تاریخوں میں مذکور ہے جو خود اس جنگ میں شریک تھے۔

زیادۃ اللہ نے اسد کے فتح و ظفر کا خروہ خلیفہ امروہ کو بھیجا اور اس کی شہرت تمام عالم اسلامی میں پہنچ گئی۔

رومیوں کی فوجی طاقت میں اتاری

رومی ایجنڈہ فوج لاہکی جمعیت لے کر آگے بڑھے تھے۔ اور انہیں یقین کامل تھا کہ مشرقی مہجر اسلامی لشکر کو اپنے گھوڑوں کی ٹاپ سے کچل دیں گے، اور وہ اپنے اس غرور و پندار میں پورے ساز و سامان اور مکمل فوجی طاقت سے پہلے ہی معرکہ آرائی میں میدان جنگ میں اتر پڑے تھے، اس لیے جب انہیں اس میں شکست نصیب ہوئی تو یہ کسی ایک معرکہ میں شکست نہیں تھی، بلکہ رومیوں کی پوری فوج

کی قوت کی تباہی و بربادی تھی۔ یہاں تک کہ گورنر مقتدیہ جلاط اسی جنگ سے دل برداشتہ ہو کر سرزمینِ مقتدیہ چھوڑ بیٹھا اور قلعہ یہ جا کر چناہ گزین ہوا اور سر قوس کی تمام حکومت یہاں کے مذہبی پیشوا بطارۃ کے ہاتھ میں آگئی اور مقتدیہ کی حفاظت خود اہل مقتدیہ کو کرنی پڑی۔

اسلامی شکر کی پیش قدمی

دوسری طرف اسلامی لشکر مقتدیہ کرتا ہوا مرج سے کید خبی پہنچا، لیکن یہاں کوئی جماعت متقابلہ کے لیے نہیں نکلی، اس لیے اسلامی لشکر نے فترتات کا دائرہ وسیع کر کے کنیہ مسلمانین میں آکر ڈیرے ڈالے۔

جزیرہ کی ادائی پے صلح

یہیں اہل مقتدیہ کی ایک بہت بڑی جماعت جس کے سرخیل بطارۃ تھے قلعہ کراٹھ سے نکل کر اس کی خدمت میں حاضر ہو کر طالبِ امان ہوئی۔ اس دنے جزیرہ کی ایک رقم متبیین کی، اس کو ان لوگوں نے ہر ضا و غنبت قبول کیا۔ اور مامون ہو کر واپس چلے گئے۔

اس دن مقامات کو بزورِ شمشیر فتح کر چکے تھے، مامونین کے حدود میں منہر گئے، کیونکہ کراٹھ سر قوسہ کا حفاظتی قلعہ تھا۔ اور یہاں کی نمائندہ جماعت حکومت سر قوسہ کی نمائندہ تھی۔ اس لیے اسلامی اصول جنگ کے مطابق اس جزیرہ کی ادائی کے بعد اسلامی حملوں کا سلسلہ موقوف ہو گیا۔ اہل سر قوسہ بھی اسلامی حکومت افزائش کے قریب ہونے کی وجہ سے اسلامی اصول و احکام سے واقف تھے۔ اب وہ پورے طور پر مطمئن تھے کہ دنیا کی کوئی طاقت ان پر حملہ آور نہیں ہو سکتی۔

سرفوسہ کا محاصرہ

شکر اسلام سرفوسہ کے قرب و جوار پر قبضہ کرتا ہوا اس کے شہرِ خانہ کے نیچے بیٹھا۔ سرفوسہ جزائری حثیت سے گویا ایک مستحکم قلعہ تھا۔ اور تین طرف سے سمندر سے گھرا ہوا تھا۔ اور اس کا شمالی حصہ خشکی سے ملتا ہوا تھا۔ اس کا حدود دروازہ اسی جانب تھا، اس نے اس کی جزائری حثیت ملحوظ رکھی اور اس کو دونوں طرف سے گھیر لیا۔ خود حدود دروازے کی طرف ڈیرے ڈال دیئے، اور فوج کا ایک حصہ سمندر کی طرف بھیج دیا اور اسلامی ڈیرے ہر طرف تختیں کر دیئے۔

حسن اتفاق سے اسی آٹنا میں ازرقہ سے اعداؤئی فوج آگئی، اس ملک سے محاصرین کو بڑی قوت پہنچی، لیکن دوسری طرف محصورین کی اعداؤئی فوج بھی بلرم سے آہنچی۔ اب نقشہ جنگ اس طرح قائم ہوا کہ اسد کو ایک طرف محصورین کو شکست دے کر شہر میں داخل ہونا تھا، یا یوں کہا جائے کہ ایک طرف محصورین کی جنہیتوں کی زور پڑتی تھی دوسری طرف بلرم کی رومی فوج اسد کو گھیرے ہوئے تھی۔ اسد نے نئے جنگ کا آغاز کر کے اپنے گروہ اگر د ایک وسیع خندق کھدوائی اور اس سے آگے بڑھ کر ایک بہت بڑی کھائی تیار کررائی۔

اسد کی اس حکمت عملی سے بلرم کی حملہ آور رومی فوج کا کامیابی سے راستہ رک گیا۔ اس نے کھائی اور خندق کے عبور کرنے کی استعداد.... کو ششیں کیں، لیکن ہر مرتبہ ناکامی ہوئی اور ان کوششوں میں بہت سے رومی کھائی میں گر کر ہلاک ہو گئے۔ اور بالآخر اسی طریقہ سے اس حملہ آور جماعت کی قوت ٹوٹ گئی۔

جب رومیوں کی حملہ آور جماعت کی قوت ٹوٹ چکی تو اسد نے محاصرہ میں اور زیادہ سختی برائی اور زچ ہو کر محصورین کو طالبِ امان ہونا پڑا۔ اسد اس استدعا کے قبول کو چاہتے پرانی ہو چکے تھے، لیکن اسلامی لشکر کے دیگر اصحاب حل و عقد نے اہل سرفوسہ کی پہلی غلامی کو پیش نظر رکھا، اور اس قسم کی صلح کی سخت مخالفت کی اور سرفوسہ پر ناکام قبضہ کرنے کو ترجیح دی۔ مجوزا اسد نے مذکورہ صلح کو موقوف کر دیا

اور سلسلہ محاصرہ بدستور جاری رہا۔

لیکن جب محاصرہ طویل ہوا تو محصورین کے ساتھ محاصرین بھی مشکلات میں گھر گئے۔ کیونکہ محاصرہ کے میدان کا پورے نقشہ تھا وہ بلرم کے روٹی لشکر کے ضعیف ہو جانے کے باوجود بھی قائم تھا۔ روٹی لشکر اب اگرچہ حملہ آوری کی قوت نہیں رکھتا تھا تاہم محاصرین کا محاصرہ اب بھی کر رہا تھا۔ اور نیز اسلامی لشکر اس وقت اپنے تمام مفتوحہ علاقہ سے الگ تھا۔ ان سے اس کو کوئی امداد حاصل نہیں ہو رہی تھی، لشکر کے ساتھ جس قدر سامانِ رسد تھا، رفتہ رفتہ اس میں کمی ہوتی گئی، اور کھانے کے لیے گھوڑے ذبح کرنے کی نوبت آگئی۔

اس صورتِ حال سے اسلامی لشکر میں بددلی پیدا ہو گئی، اور ایک جماعت اس قدر دل برداشتہ ہوئی کہ اس کو افریقہ کی واپسی کا خیال پیدا ہو گیا، چنانچہ ایک مستازِ اہل علم ابن قادم کو نمائندہ بنا کر اس کے پاس بھیجا گیا اور انھوں نے پندہ و طریقہ سے اپنا مطالبہ پیش کیا۔

یہ موقع اسد کے لیے نہایت نازک تھا۔ اگر مطالبہ منظور نہ کیا جائے تو اسلامی لشکر میں فتنہ انگیزانہ ہوتی ہیں اور اگر مطالبہ تسلیم کر دیا جاتا ہے تو جریرہ میں مسلمانوں کی تمام جانفشانیوں کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ علاوہ ازیں محاصرہ اس قدر طویل ہو گیا تھا کہ محصورین بھی بڑی حد تک عاجز آ گئے تھے اور اسی لئے انھوں نے صلح کی خواہش بھی ظاہر کی تھی، اس لیے اس موقع پر محاصرہ کا اٹھالینا وانشعاب کے سراسر خلاف تھا۔ اس بنا پر اسد نے اس جماعت کے فتنہ کو دبانایا اور ابن قادم کو جواب دیا:-

میں مسلمانوں کی جنگی خدمت کو نقصان نہیں پہنچانا چاہتا۔ حالات ایسے نہیں کہ

راہی کا عقد کیا جائے۔ ابھی اسلامی لشکر میں بہت کچھ خیر و برکت باقی ہے۔

اسد کا یہ خشک جواب ابن قادم کی جماعت کو مطمئن نہ کر سکا۔ اور وہ لوگ اپنے اصرار پر قائم

رہے۔ جب اس جماعت کا اصرار زیادہ ہو چکا تو اسد نے جہانوں کے جلاہ سے کی دھمکی دی۔ اس پر

سرخیل جماعت ابن قادم نے اسد سے گستاخانہ طرزِ خطاب اختیار کیا اور کہا:-

اس سے بہت چھوٹے معاملہ پر عثمان بن عفان قتل کر دئے گئے تھے؟

بن تادم کے یہ الفاظ اسلامی لشکر میں فتنہ عظیم برپا کر دیتے۔ لیکن اسد نے اس کا فوری تذکرہ کیا۔ اور ابن تادم کو گرفتار کر کے بادشاہ جرم میں چند کوڑے لگوئے۔ یہ ہنرے تازیانہ مرثبات ہوئی، مشورہ شدت ہوئی اور ہر شخص اطاعت و انقیاد سے اپنا فرض انجام دینے لگا۔ اور محاصروں بدبخت و جاہل رہا۔

غرض سر قوس کا محاصرہ پوری قائم رہا، محاصرہ کرنے والے سامانی رسد کی وجہ سے پریشانیوں کا شکار تھے۔ اور محصورین محاصرہ کی سختیوں برداشت کرتے کرتے عاجز آ گئے، تھے۔ موقع موقع پر لڑائی کا سلسلہ جاری تھا، چند تیرا دھرے آ جاتے اور چندا دھرے پٹیک دیئے جاتے اور کبھی کبھی دست بدست لڑائی کی نوبت بھی آ جاتی۔

حالت محاصرہ میں اسد کی وفات

محاصرہ کے یہ حالات قائم تھے کہ اسلامی لشکر پر ایک ناگہانی افتاد آ پڑی، لڑائیوں کا سلسلہ جو قائم تھا، اسی میں اتفاق سے امیر لشکر بھی زخمی ہو گئے، زخم اتنا کاری تھا کہ اس سے جان بڑھ چکا اور انھیں زخموں سے حالت محاصرہ ہی میں بہاہ ربیع الآخر ۱۱۶۱ھ میں انتقال ہو گیا۔ اور فاتح صقلیہ اسی سرزمین میں تر خاک ہوا جس کو وہ اپنے فتویٰ اور فتوحی سے والا اسلام قرار دے چکا تھا۔

مسلمانوں نے یادگار کے طور پر اس کی قبر پر ایک مسجد تعمیر کرادی۔

اسد کی وفات سے افریقہ میں بھی گھر گھر صدف ماتم بچھ گئی، خود زیادہ قاصد کو اس کا نہایت غم ہوا قیروان میں بطور یادگار ایک مسجد تعمیر کی گئی، اور وہ قدیم تسکنت مالی نشانی کج تک کھڑی ہوئی ہے۔ اسد پر اسد بن قرات لکندہ ہے، اس کی تصویر میری نظر سے گزری ہے۔ مسجد کا طرز تعمیر نہایت ناہموار

اسد کا زمانہ ولایت

اسد کا زمانہ ولایت اگرچہ صرف ایک سال چند دن رہا، لیکن واقعات و متاع کے اعتبار سے نہایت اہم تھا۔ اس کے زمانہ بیت میں مازکو دار الحکومت قرار دے کر اسلامی حکومت کی تشکیل کی گئی۔ حدود حکومت میں ماز اور اس کے مضافات داخل تھے۔ علاوہ ازیں ماز سے سر قمرہ تک جس قدر بھی علاقہ تھا، اور اس میں تازہ تھا تا اور اہم قلعے تھے، وہ سب سرطاعت خرم کر چکے تھے۔ سیامد بن قرات کی شخصیت تھی جس نے ابن قادم کے ٹھکانے ہجے قند کو غرم دقوت سے دبا دیا، وہ مصقلیہ کی تاریخ کسی اور رنگ میں ہوتی۔

اسد نے اسلامی حکومت کی تشکیل کے بعد فتوحات کے متعلق وہی روش اختیار کی جو تمام ممالک مفتوحہ میں مسلمانوں کی عام روش تھی۔ یعنی جزیرہ مصقلیہ میں قیام حکومت کے بعد پورے جزیرہ کو زیر اطاعت لانا جس کی دو شکلیں تھیں۔ جو مقامات صلح و آشتی سے مفتوح ہوئے، وہ اسلامی حکومت کے زیر حمایت تھے۔ اور ان کے ساتھ وہی بڑاؤ کیا جاتا جو جزیرہ ادا کرنے والی قوموں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ لیکن جو مقامات جنگ پر آئے اور انھیں فتح کیا جائے تو وہ اسلامی حکومت کے دائرہ حکومت میں داخل ہوں گے۔ اور اسلامی حکومت کی رہایا کے ان کو حقوق مسلمہ کے جائیں گے اسد خود فقہ کے مدون تھے، اور ایک مدت تک عمدہ تفسیر فائزہ چکے تھے۔ اس پر فقہ صلح پسند طبیعت پائی تھی۔ اور ان کی خواہش تھی کہ جزیرہ کے تمام مقامات صلح و آشتی سے زیر کئے جائیں اور سب قبول جزیرہ کی شرط قبول کر لیں۔ اسی بنا پر انھوں نے اہل مسیح کی پہلی صلح باسانی منظور کی، اور جب اہل سر قمرہ نے معاہدہ سے زچ ہونے کے بعد صلح کی وہ بارہ درخواست کی تو اس کے قبول کرنے پر فوراً آمادہ ہو گئے، لیکن دیگر اصحاب اہل عقد کی مخالفت کی وجہ سے بازار نا پڑا۔ اسد نے جزیرہ میں جس طریقہ پر صلح و جنگ کی بنیاد قائم کر دی تھی، ایک زمانہ دراز تک وہی قائم رہی، چنانچہ ہمیشہ یہی ہوتا رہا کہ جو مقامات جزیرہ کی ادائی منظور کر لیں وہ آزاد اور اسلامی حکومت کے دائرہ

سے باہر کبھی جائیں اور جو مقامات نزدیکی پر تھے وہ اسلامی دائرہ حکومت میں داخل کر لیے جائیں۔
 اگرچہ اسی نظام کی بدولت اسلامی حکومت متقلید کو ہمیشہ اپنا دھڑا کرنا پڑا جس کی تفصیل
 کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ نوع انسانی کی فلاح و بہبود کے لیے یہی طریقہ مناسب
 تھا، اور اسی میں غور و خیر کے امکانات کم تھے۔

اسد کی ہاشمی

اسد کی وفات کے بعد امیر محمد بن ابی الجاری کو اسلامی لشکر نے ہاتھ ملایا اپنا امیر منتخب کر لیا اور
 اسی نے حکومت اور فوج سنبھال لی۔

سازش کا بندھن کر کے پختہ بنی وکیل گرگشت



اگر آپ نے اپنی زندگی کو بہتر بنانے اور اس میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے ایک نیا سفر شروع کرنے کا ارادہ کیا ہے تو یہ کتاب آپ کے لیے ہے۔ اس کتاب میں آپ کو زندگی کے ہر شعبے میں کامیابی کے لیے درکار ہونے والی باتیں بتائی گئی ہیں۔ اس کتاب میں آپ کو زندگی کے ہر شعبے میں کامیابی کے لیے درکار ہونے والی باتیں بتائی گئی ہیں۔ اس کتاب میں آپ کو زندگی کے ہر شعبے میں کامیابی کے لیے درکار ہونے والی باتیں بتائی گئی ہیں۔



جماعت مجاہدین
اس کتاب میں آپ کو زندگی کے ہر شعبے میں کامیابی کے لیے درکار ہونے والی باتیں بتائی گئی ہیں۔ اس کتاب میں آپ کو زندگی کے ہر شعبے میں کامیابی کے لیے درکار ہونے والی باتیں بتائی گئی ہیں۔ اس کتاب میں آپ کو زندگی کے ہر شعبے میں کامیابی کے لیے درکار ہونے والی باتیں بتائی گئی ہیں۔

پتہ: لاہور
پوسٹ بکس نمبر: ۵۳۸



سرگزشت مجاہدین
اس کتاب میں آپ کو زندگی کے ہر شعبے میں کامیابی کے لیے درکار ہونے والی باتیں بتائی گئی ہیں۔ اس کتاب میں آپ کو زندگی کے ہر شعبے میں کامیابی کے لیے درکار ہونے والی باتیں بتائی گئی ہیں۔ اس کتاب میں آپ کو زندگی کے ہر شعبے میں کامیابی کے لیے درکار ہونے والی باتیں بتائی گئی ہیں۔

پتہ: لاہور
پوسٹ بکس نمبر: ۵۳۸



پوسٹ بکس نمبر ۵۳۸ لاہور



کتاب منزل

طوبیٰ ریسرچ لائبریری
اسلامی اردو، انگلش کتب،
تاریخی، سفر نامے، لغات،
اردو ادب، آپ بیتی، نقد و تجزیہ

toobaa-elibrary.blogspot.com